رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

THE ALHAKAM QADIAN

الحکم قادیان ہفتہ وار دور جدید

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی بہار قادیاں بینی ؎ دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے
امراء و رؤساء سے
حامیین سے
عوام سے
ممالک غیر سے

مدینۃ المسیح قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ ۲/

جلد ۳۸ | قادیان ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۳۵ء یوم پنجشنبہ | نمبر ۶

چیلنج مناظرہ

جناب مولوی محمد علی صاحب پریذیڈنٹ و ممبران انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے

صحیح عقائد کے متعلق غلط بیانی کا ازالہ

ایک ہفتہ کے قریب گذرتا ہے کہ ایک پوسٹر کے ذریعہ احمدی فریق لاہور کے صحیح عقاید بحوالہ کتب و رسائل۔ اخبارات و صفحات وغیرہ انصاف پسند پبلک کی آگاہی کے لئے بغیر کسی مزید حاشیہ یا تشریح کے شائع کر دیئے گئے تھے۔ مگر ہماری حیرت کی کوئی حد نہ رہی جبکہ کسی گمنام شخص کی طرف سے سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے نام پر ایک پوسٹر "قادیانی دجل" ہماری نظر سے گذرا۔ جس میں اس گمنام مشتہر نے ہمارے اس سراپا حق بے ضرر پوسٹر کی تردید نہ کر سکنے پر خواہ مخواہ سب و شتم سے کام لے کر اپنی جگر دوزی اور دلسوزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس پوسٹر کا جواب سوائے دشنام دہی کے اور کچھ نہیں۔ اس پوسٹر کے مکروہ سرنامہ یعنی "قادیانی دجل" اور دوسرے انداز تحریر سے یہ یقین کر لینے کے لئے کافی وجوہ ہیں کہ اس کا شائع کنندہ کوئی شریف انسان یا کوئی باغیرت احمدی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ احمدی خواہ کسی رنگ کا ہی کیوں نہ ہو وہ قادیان کی عظمت ضرور کچھ نہ کچھ دل میں رکھتا ہے بلکہ یہ کسی چھپے دشمن سلسلہ احمدیہ کا لکھا ہوا یقین کر کے ہم اس کے مشتہر کو گمنام سکرٹری اشاعت اسلام تصور کرتے ہیں۔ مگر اس کی دلاورانہ دھوکہ دہی پر کہ گویا ہمارے اس پوسٹر میں احمدی فریق لاہور کے صحیح عقائد کے متعلق جو حوالجات اور عبارات درج کی گئی ہیں" وہ غلط طور پر ان بزرگوں کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ حالانکہ انہوں نے کبھی نہیں لکھیں تاہم اپنا اخلاقی اور مذہبی فرض سمجھتے ہیں کہ اس سنور مشتہر کی بے باکانہ غلط بیانی کو الم نشرح کرنے کے لئے علی الاعلان کر دیں کہ اس مفروضہ سکرٹری اسلام کا

قبلہ مولوی محمد علی صاحب و ممبران احمدیہ اشاعت اسلام پر خطرناک افترا اور بہتان ہے

اور روز روشن میں سیاہ جھوٹ کا ارتکاب ہے۔ سچ ہے کہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ ہم بفضلہ تعالیٰ ہر میدان میں نہ صرف ان پیش کردہ چند عبارات کا بلکہ ان جیسی سینکڑوں عبارات کا بین اور واضح ثبوت بلحیہ کتاب۔ رسالہ۔ اخبار و صفحات اور سطور دینے کے لئے۔ ایسی تجویز فیصلہ کے مطابق تیار ہیں جو پہلے پوسٹر میں پیش کی جا چکی ہے کہ بارہ منصف مقرر کئے جاویں۔ ہماری طرف سے دو منصف ہوں۔ ایک حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب دوسرے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب باقی تین ہندو تین عیسائی۔ دو منصف دوسرے مسلمانوں میں اور دو بزرگ جماعت احمدیہ متعلقہ قادیان میں سے۔ ان بارہ عدد منصفوں کے پنچ کے روبرو لاہور میں احمدیہ بلڈنگ کی مسجد میں یہ فیصلہ کن مناظرہ منعقد کیا جاوے۔ فریقین کے سامعین مساوی تعداد میں ہوں۔ بصورت شکست پچاس روپے کی مٹھائی اسی وقت حاضرین جلسہ میں تقسیم کرانی ہوگی۔ اور اگر وہ نام نہاد مشتہر سکرٹری اس فیصلہ کن مناظرہ کے لئے بھی میدان میں نکلنے کی جرأت نہیں کر سکتا تو پھر وہ حضرت مولوی محمد علی صاحب اور ممبران اشاعت اسلام لاہور کو کسی طرح مجبور کر کے ہمارے خلاف دھوکہ دہی کی نالش دائر کرا دے اور

اگر وہ دونوں فیصلہ کن تجویزوں پر عمل پیرا نہ ہو سکے تو

پھر اس نام نہاد سکرٹری اشاعت اسلام کو خوف الٰہی سے کام لے کر اپنی کذب بیانی اور افترا پردازی سے توبہ کرنی چاہیئے کیونکہ

حضرت مولوی محمد علی صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام تو صاف طور پر بغیر کسی ظلی بروزی تشریح کے بیان فرماتے ہیں

(۱) "حضرت مرزا صاحب کو انبیاء سابقین کے معیار پر پرکھو" (ریویو جلد ۶ صفحہ ۲۷)

(۲) "حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں" (ریویو جلد ۴ صفحہ ۲۶۴ و ریویو جلد ۶ صفحہ ۲۷)

(۳) "حضرت مرزا صاحب نبی آخر الزمان و پیغمبر آخر زمان ہیں" (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۹ و ۱۰۰ و ۲۱)

(۴) "جب ہم کسی کو مدعی نبوت کہیں گے تو اس سے مراد یہ ہو گی کہ وہ صرف نبوت کا مدعی یا بالفاظ دیگر کامل نبوت کا مدعی ہے" (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۲۸۸)

(۵) "حضرت مرزا صاحب کو منہاج نبوت پر پرکھو" (ریویو جلد ۶ صفحہ ۲۷)

(۶) "حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہندوستان کے مقدس نبی ہیں" (ریویو جلد ۱ صفحہ ۹۶)

اب یہ مسلّمہ امر ہے کہ انبیاء سابقین حقیقی نبی تھے نہ کہ مجازی۔ پس جبکہ قبلہ محمد علی صاحب حضرت مرزا صاحب کو حقیقی انبیاء کے معیار پر پرکھنے کے لئے اعلان فرما رہے ہیں تو نتیجہ صاف ہے کہ

مولانا محمد علی صاحب موصوف حضرت مرزا صاحب کو حقیقی نبی تسلیم فرماتے ہیں!

پس یہ کون صاحب ہیں جو سکرٹری اشاعت اسلام کے جامہ میں مفت کے وکیل اور چست گواہ بن کر مجازی اور حقیقی وغیرہ کے لاینحل معموں میں پبلک کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں؟ اسی پر بس نہیں بلکہ جناب مولوی محمد علی صاحب موصوف تو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

ایک نبی کے آنے کی پیشگوئی

کا ذکر بھی فرماتے ہیں کہ:۔ "آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہو گی جو ابھی انہیں (صحابہ میں۔ مرتب) شامل نہیں ہوئی ..... ان میں بھی ایک نبی مبعوث ہو گا" (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۶)

اور اگر مولانا محمد علی صاحب موصوف حضرت مرزا صاحب کو حقیقی نبی نہ مانتے تو پھر

چالیس کروڑ مسلمانوں کو یہودی حیثیت میں

قرار دیتے ہوئے کیوں فرماتے کہ:۔

"The Ahmadia Movement stands in the same Relation in which Christianity stood to Judaism."

(ترجمہ) سلسلہ احمدیہ اسلام سے وہی تعلق رکھتا ہے جو عیسائیت کو **یہودیت** کے ساتھ تھا (ریویو جلد ۶ صفحہ ۱۶۱) اسکے علاوہ احمدیہ اشاعت اسلام کا سرکاری گزٹ اور واحد آرگن پیغام صلح میں یہ فتویٰ واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ "جو مسیح موعود کا انکار کرتا ہے وہ گویا آنحضرت صلعم کا انکار کرتا ہے" (پیغام صلح ۱۱ر اپریل ۱۹۳۳ء) پھر کل ممبران انجمن اشاعت اسلام جن کی سرپرستی اور کارکنی اور اعانت میں پیغام صلح نکلتا ہے۔ ان سب کی طرف سے دو مرتبہ نہایت واضح اور کھلے الفاظ میں یہ اعلان کئے گئے:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور آج آپ کی (حضرت مرزا صاحب کی۔ مرتب) متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے" (پیغام صلح ۱۶ر ستمبر ۱۹۱۳ء) پھر دوبارہ اعلان کیا گیا:۔

"ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت میں پیغام صلح سے تعلق ہے خدا تعالیٰ کو جو

ملاحظہ ۵

"برخود غلط منصور"

(از حضرت حسن رہتاسی)

حماقت ہے زنگی کو کافور کہنا
بنارس کی بستی کو میسور کہنا
ہمالہ کو ہمپایۂ طور کہنا
مگس کو جہالت ہے زنبور کہنا
بکائن کے خوشہ کو انگور کہنا
اُدھر ہم نشینوں کو مہجور کہنا
مرے نامہ بر اُس کی محفل میں جاکر
ضرورت نہ تھی کچھ بھی سننے کی۔ لیکن
بدوں جلوۂ دار "منصور" بننا

شبِ تار کو بقعۂ نور کہنا
کسی چھپکلی کو مقنقور کہنا
گدا کو ولیعہد فغفور کہنا
سفاہت ہے آہن کو بلّور کہنا
خرِ بادہ کو خالۂ حور کہنا
اِدھر خود بدولت کو "مغفور" کہنا
نہایت ادب سے یہ مذکور کہنا
پڑا ہے مجھے ہو کے مجبور کہنا
غلط ہے ترا "چشمِ بد دور" کہنا

حسن تیرا کہنا بُرا ہو کہ اچھا
ترا کام ہے حسب مقدور کہنا

دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود کو اس زمانہ کا نبی رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اب دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی" بلفظہ پیغام صلح ۱۶ر اکتوبر ۱۹۱۳ء

خدا کی قسم! ہم سخت حیران ہیں کہ اتنے واضح اور کھلے اور عام فہم الفاظ میں بیان کردہ حوالجات کی موجودگی میں کس طرح کوئی احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کی حیثیت سے انکار کرنے کی دلیری کر سکتا ہے؟ اسلئے ہمیں کامل یقین ہے کہ یہ کوئی در پردہ غیر احمدی ہے۔ ورنہ اگر احمدی ہوتا تو حضرت مرزا صاحب کے نام کے ساتھ مندرجہ بالا اعلانوں کی طرح علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتا نہ کہ رحمۃ اللہ علیہ۔ پس اگر اس گمنام مشتہر میں ہمت و جرأت ہے تو ہمارے چیلنج کو فوراً منظور کرے۔ علاوہ ازیں احمدی فریق لاہور کا عملی پہلو بھی اس اقرار بالقلم کے بالکل مطابق ہے کہ جناب مولوی محمد علی صاحب اور ممبران انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور دوسرے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ورنہ وہ ان کے پیچھے نماز بھی پڑھتے یا کم از کم نماز جمعہ یا نماز عید ہی شاہی مسجد میں جملہ مسلمانوں کی معیت میں ادا کرکے وحدت قومی کا عملی نمونہ دکھاتے۔ مزید برآں **احمدی فریق لاہور** مسلمانوں کی نماز جنازہ میں بھی شریک نہیں ہوتے تمام مسلمانوں کا نہ سہی کم از کم مشہور بزرگ ہستیوں کا جنازہ تو ضرور ہی پڑھ لینا چاہیئے تھا اور گاہ بگاہ اخبار پیغام صلح میں مسلمانوں کے جنازے کے اعلانات نکلتے رہتے جیسا کہ اپنے چھوٹے موٹے رفیقوں کے جنازوں کا اعلان پیغام صلح میں کیا جاتا ہے مگر آج پورے بائیس سال گزر رہے ہیں کہ کسی غیر احمدی مسلمان کے جنازہ کا اعلان اخبار میں شائع نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر ہم اس مفروضہ سکرٹری اشاعت اسلام لاہور سے دریافت کرتے ہیں کہ چند سال ہوئے کہ:۔

۱۔ مشہور عام و خاص غازی علم الدین شہید کا جنازہ مسلمانوں کے تقریباً تمام فرقوں کے ہزارہا مسلمانوں نے پڑھا مگر اس کے جنازہ میں قبلہ حضرت مولانا محمد علی صاحب پریذیڈنٹ و ممبران انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کیوں شریک نہ ہوئے؟ اور پھر پیغام صلح میں غازی موصوف کے متعلق کیوں اعلان نہ کیا گیا؟ پھر تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ لاہور کے مشہور و معروف خادم قوم

۲۔ حاجی شمس الدین صاحب سکرٹری انجمن حمایت اسلام کی وفات حسرت آیات ہوئی۔ مگر ان کے جنازہ میں احمدیہ بلڈنگس کا کوئی بزرگ یا خورد شریک نہ ہوا اور نہ ہی پیغام صلح میں ان کے جنازہ کے متعلق اعلان کیا گیا ابھی تازہ واقعہ لاہور کے ایک موقر اور معزز نواب **محمد علی خان** صاحب قزلباش رئیس اعظم کی وفات حسرت آیات کا ہے۔ ان کے جنازہ میں بھی احمدیہ اشاعت اسلام کا کوئی بزرگ اور ممبر شریک نہ ہوا اور نہ ہی ان کے جنازہ کے متعلق اخبار میں اعلان کیا گیا کہ تا انکے لئے جنازہ غائب ہر جگہ پڑھا جاتا۔ اس قسم کی بیسیوں مثالیں اور دی جا سکتی ہیں۔ پس جب ممبران انجمن احمدیہ اشاعت اسلام دوسرے مسلمانوں کے نہ جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔ نہ نمازوں میں شامل ہوتے ہیں بعض اسی لیئے کہ ان کے نزدیک **چالیس کروڑ مسلمان یہودی حیثیت میں ہیں**۔ پس ہمارے پہلے پُر حقیقت پوسٹر کے حقائق سے صرف اتنا کہہ کر پیچھا نہیں چھڑایا جا سکتا کہ یہ پوسٹر کسی کتب فروش کی طرف سے ہے۔ فرض کرو کتب فروش کی طرف سے ہی سہی ضمیر فروش کی طرف سے تو نہیں۔ کیا کتب فروش کی طرف سے ہونے سے پوسٹر کی حیثیت میں کوئی فرق آ سکتا ہے؟ مگر عقلمند لوگ ما قیل دیکھا کرتے ہیں من قال نہیں دیکھتے۔ مگر اب تو کتب فروشی ایک "علمی" اور باعزت پیشہ سمجھا گیا ہے چنانچہ ہماری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے پریذیڈنٹ حضرت مولانا محمد علی صاحب کا ذریعہ معاش بھی صرف کتب فروشی ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس گمنام سکرٹری صاحب کو چاہیئے کہ بجائے ان اوچھے ہتھیاروں پر اتر آنے کے ہمارے متذکرۃ الصدر فیصلہ کن مناظرے کے چیلنج کو فوراً منظور کرکے احمدی فریق لاہوری کے موقر لیڈر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی پوزیشن پر حملہ کرنے سے احتراز کرے۔

---

۱ مولوی محمد علی (پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور) ۲ خانصاحب محمد منظور الٰہی (سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور) ۳ خانصاحب ڈاکٹر سید محمد حسین (ریٹائرڈ اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر) ۴ صدر الدین (بی۔ اے۔ بی ٹی) ۵ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ (ایل ایم ایس) ۶ یعقوب خان (بی اے بی ٹی ایڈیٹر لائٹ) ۷ سید غلام مصطفیٰ (ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول) ۸ محمد دین جان (بی۔ اے۔ ایل ایل بی) ۹ (ڈاکٹر) سید طفیل حسین (اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر) ۱۰ عزیز بخش (بی اے گورنمنٹ پنشنر) ۱۱ ڈاکٹر غلام محمد (ایم۔ بی بی ایس) ممبران احمدیہ اشاعت اسلام لاہور وغیرہم۔

(مرتبہ ملک فخر ملتانی پبلشر)

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت چودھری بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم سابق سردار جگت سنگھ صاحب کی زبان سے

مجھے سردار مصباح الدین صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے جنھوں نے ذکر حبیب کی مجلسوں کے تذکرے جمع کرکے وہ رجسٹر الحکم میں سیرت المہدی کے عنوان کے ماتحت شائع کرنے کیلئے مرحمت فرما دیا۔ اگرچہ بہت بڑی تعداد میں الحکم بطور خود صحابہ کی روایات کو شائع کرتا ہے۔ مگر یہ ایک معزز صحابہ کی داستانیں اس میں ایسی ہیں جو ابھی درج نہیں ہوتیں۔ انہیں سے ایک قیمتی باب گذشتہ ہفتہ شائع ہو چکا ہے۔ آج کے نمبر میں ہم حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قبلہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں۔ اور ان خاص لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف دولت اسلام سے مالامال کیا بلکہ اپنی خاص نعمتوں سے بھی نوازا۔ اور ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔

حضرت بھائی صاحب کو ابتداہی سے ایک ایسے مذہب کی تلاش تھی جو انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچا سکے آپ کی سچی تڑپ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے سردار فضل حق صاحب کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم دیا۔ سردار فضل حق صاحب بھائی صاحب کی اس تڑپ سے واقف تھے۔ اس لئے انھوں نے ان کے سامنے مذہب اسلام کو ایسے رنگ میں پیش کیا جس سے اسلام کو تفوق دوسرے مذاہب پر ظاہر ہو۔ اس موضوع پر اکثر دونوں میں تبادلہ خیالات ہوا کرتا تھا۔ اور کئی کئی گھنٹے گذر جایا کرتے تھے۔

سچے مذہب کے پرکھنے کا ایک معیار

بالآخر ایک دن حضرت بھائی صاحب نے سردار صاحب کے سامنے ایک معیار رکھا۔ اور بطور آخری فیصلہ کے رکھا اور کہا کہ چونکہ مذاہب تو بے شمار ہیں۔ اور ہر ایک انسان اپنے مذہب کو دوسرے مذہب پر ترجیح دیا کرتا ہے۔ باقی رہا روایات اور قصے کہانیوں کا تذکرہ سو وہ ہر مذہب میں اس کے پیشواؤں کے متعلق بے شمار پاتے جاتے ہیں اس میں کوئی کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔ اسلئے میرے نزدیک فیصلہ کن تجویز یہی ہو سکتی ہے کہ **جس زمانہ میں جس مذہب میں کوئی بزرگ ایسا پایا جاتا ہو جو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہو اور اس کی دعائیں سنی جاتی ہوں۔ تو میں سمجھوں گا کہ یہی مذہب قابل پیروی ہے**۔ اسپر سردار فضل حق خان صاحب نے فوراً ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسم مبارک لیا۔ اور پورا پتہ بھی دیا۔ یہ بات ایسی تھی جس نے حضرت بھائی صاحب کے دل کو تسکین دی۔ اس نے اسلام کی عظمت ان کے دل میں قائم کر دی۔

حضرت بھائی صاحب ان دنوں فوج میں ملازم تھے اس گفتگو کے دو ماہ بعد وہ رخصت لے کر اپنے گھر جا رہے تھے۔ تو انھوں نے عزم کر لیا کہ وہ گھر جانے سے پہلے قادیان جائینگے۔ چنانچہ وہ سیدھے قادیان میں آئے۔ آٹھ دن تک یہاں قیام کیا۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے آپکے سینے کو کھولدیا۔ اور آپ سکھ ہوتے ہوئے سلسلہ بیعت میں منسلک ہو گئے۔ ان گذشتہ ایام میں حضرت بھائی صاحب نے بہت دعائیں کیں۔ اور رو رو کر خدا تعالیٰ کے حضور التجائیں کیں جن کو خدا تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ الغرض بھائی صاحب بیعت کرکے اپنے گھر کو چلے گئے۔ اور یہ ۱۸۸۹ء کا واقعہ ہے۔ رخصت گذارنے کے بعد وہ اپنی ملازمت پر واپس چلے گئے۔ مگر ہر گھڑی آپ کو قادیان کا خیال رہتا اور حضور کا تصور۔ اسلئے ۸ر مارچ ۱۸۹۵ء کو آپنے اپنی ملازمت سے استعفا دیدیا۔ اور بے سرو سامانی کی حالت میں قادیان میں آبیٹھے۔ اور دوبارہ باقاعدہ اسلام سے مشرف ہونے کی سعادت سے حصہ وافر پایا جس کا اصل باعث حضرت مسیح موعود سے وابستگی اور تعلق پیدا کرنا تھا۔ ورنہ بعید نہ تھا کہ مختلف موانع مثلاً ملازمت میں ترقی کے خیالات رشتہ داروں کی ناراضگی وغیرہ موانع پیش آکر آپ کو کب تک محروم رکھتے رکھتے۔

۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۹ء تک حضرت بھائی صاحب کو حضرت مسیح علیہ السلام کی صحبت میں رہنے کا موقعہ بہت میسر آیا۔ اور اسکے بعد مدرسہ تعلیم الاسلام کے بورڈنگ کی ملازمت یا حضرت نواب محمد علیخان کے بچوں کی اتالیقی میں زیادہ حصہ گذرا۔ حضرت بھائی صاحب کو اپنے ملازمت کے ان ایام کے متعلق ہمیشہ رنج رہا ہے۔ اور وہ افسوس کرتے رہتے ہیں کہ انھوں نے کیوں وہ وقت بھی حضور کی صحبت میں صرف نہ کیا۔

الغرض یہ مختصر تعارف ہے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسطرح سے آپ قادیان میں آئے۔ اور کس طرح آپنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا۔ اور کیسی پاکیزہ روح آپکے اندر کام کر رہی ہے (ایڈیٹر)

(۱)

آپکے لباس کی سادگی اور بے تکلفی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ابتدائی ایام میں بعض وقت رومی ٹوپی بھی پہن لیا کرتے تھے۔ اور تہبند اور صرف ایک کرتا جس کے بائیں طرف گھنڈی لگی ہوتی تھی۔ اس سے حضور کی سادگی کا نمایاں علم ہو سکتا ہے۔

اذان کے بعد اکثر آپ مسجد میں سب سے پہلے تشریف لے آتے تھے۔ بشرطیکہ کسی خاص کتاب یا کسی خاص تحریر پر زور دینے کے ایام نہ ہوں۔ ظہر اور شام کی نماز کے بعد حضور مسجد میں زیادہ وقت گذارا کرتے تھے۔ میں نے آپکو صرف ایک ہی دھن میں سرشار پایا۔ جو خدمت اسلام اور حضرت باریتعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی میں ان تھک عاشق زار کی طرح آپکے حصے میں آئی ہوئی تھی۔ جب حضور خاموش بیٹھتے تھے تو بھی اسماء الٰہیہ کا ورد دل ہی دل میں فرماتے رہتے تھے۔ اسلئے کہ اکثر آپ کے پاس بیٹھنے والے سبحان اللہ اور یا حی یا قیوم کے الفاظ کو سن لیا کرتے تھے۔ جو بے اختیار آپکے منہ سے نکل جایا کرتے تھے۔ آپ کی آنکھیں قریباً بند سی رہتی ہیں۔ اور چہرے پر ربودگی کے آثار تو ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اس زمانہ میں قادیان کی حیثیت ایک معمولی گاؤں سے زیادہ نہ تھی۔ اور جس طرح سے دیہات کے لوگ اکھڑ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح یہاں کے لوگ مختلف قسم کے جھگڑے پیدا کرتے رہتے تھے۔ حضور کے پاس باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کو کھیتوں میں قضائے حاجت تک سے روکا جاتا تھا۔ ڈھاب میں سے مٹی وغیرہ لینے سے سخت مزاحمت کرتے تھے۔ اور ٹوکریاں اور کھیاں وغیرہ چھین کر لے جاتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قسم کے تنازعات میں مظلوم بننا زیادہ پسند فرماتے تھے۔ قادیان کے اس قسم کے مفسد اگر کسی مقدمے میں قابو آجاتے تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے معافی کے خواستگار ہو کر چھوٹ جایا کرتے تھے جماعت کے لوگ وکلاء اور دوسرے بالانصاف لوگ بھی حضور کے اخلاق کو دیکھ کر حیران رہجایا کرتے تھے۔

(۲)

ایک عورت کی چیخ وپکار نے آپکو بیقرار کر دیا

قادیان میں محمد الدین نامی ایک شخص آیا جو مسلمانوں سے مرتد ہو کر عیسائی ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھی اور وہ دوبارہ تلاش حق کرنی چاہتا تھا۔ اس کی ماں چونکہ مسلمان تھی وہ تڑپتی تھی۔ وہ دلی سوزش سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لئے درخواست کیا کرتی تھی جسکی وجہ سے حضرت کو اس کے حال پر خاص توجہ تھی۔ محمد الدین ابتداء میں سخت کٹر عیسائی تھا ــــ ایک دن وہ موقع پاکر بٹالے بھاگ گیا۔ اس کی ماں کو جب معلوم ہوا تو وہ حضور کے سامنے جا کر روتی پیٹی۔ اور خوب چلائی حضور کو اس کے حال پر رحم آگیا مجھ کو اور شیخ عبدالعزیز صاحب مرحوم اور بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی اور ایک اور دوست جن کا نام یاد نہیں رہا بلا کر ارشاد فرمایا:-

"محمد الدین کو لاؤ۔ اور جس طرح سے بھی ہو سکے اسکو لیکر آؤ۔ خالی نہ آنا ہم تم سے اسکو لینگے"۔

یہ سن کر ہم برہنہ پا بٹالہ کی طرف دوڑے۔ گرمی کا موسم تھا۔ گیارہ بارہ بجے کا وقت تھا۔ شدت گرمی کی وجہ سے کئی دفعہ دل گھٹنے لگا۔ اور حرکت قلب بند ہونیکا اندیشہ ہونے لگا۔ لیکن ہم برابر دوڑتے اور بھاگتے چلے گئے۔ آخر ش اس کو ڈالہ کر نتھیاں کے پرے جا ہی لیا۔ اور وہ واپس لاکر حاضر کر دیا۔ اس کی واپسی پر حضور بہت خوش ہوئے حضور کی یہ مہربانیاں اور شفقتیں اپنا اثر لائے بغیر نہ رہیں۔ آخر وہ یہیں کا ہو رہا۔ اور ایمان لا کر یہیں فوت ہو کر دفن ہو گیا۔

(۳)

سکھوں کے گوردواروں میں اسلامی خزائن کی تلاش

سکھ مذہب کے متعلق جو تحقیق و تدقیق آپنے فرمائی وہ آپ ہی کا حصہ تھی۔ چولہ صاحب جو ڈیرہ بابا نانک ؒ میں موجود ہے۔ اور جس پر قرآن شریف کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اور جو بطور تبرک نسلاً بعد نسلٍ سکھوں کے ہاتھوں میں چلا آتا ہے۔ اس کی حقیقت سے دنیائے اسلام کا واقف ہونا آپ کی سعی مشکور کا حصہ تھا اسی طرح مقام ہر سہا ضلع فیروز پور میں ایک دیرینہ سکھ گدی ہے سے ایک بے مثل پوتھی کا ملنا آپ کے وفد بھیجنے کا ہی نتیجہ تھا۔ (یہ پوتھی ایک نہایت ہی خوشخط حمائل تھی) اس وفد کے ممبروں میں یہ خاکسار اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور سید امیر علی صاحب سب انسپکٹر سیالکوٹ اور بعض دیگر احباب بھی شامل تھے۔

(۴)

حافظ محمد امین صاحب (غالباً حافظ معین الدین صاحب عرف حافظ معنا) آپ کے ایک پرانے خادم تھے۔ جو آپ کو دبایا کرتے تھے۔ اور اپنی خوش آوازی اور ترنم سے بھی حضور کو خوش کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نمازوں میں خود بہت ہی کم امام ہوتے تھے ابتدائی ایام میں کبھی حافظ محمد امین صاحب کو امام بنایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی مجھ کو بھی اس سعادت سے حصہ مل جایا کرتا تھا۔ لیکن یہ بات بہت ہی ابتدائی ایام اور حضرت خلیفہ اول اور مولوی عبدالکریم صاحب کی عدم موجودگی کی ہے جو عارضی طور پر پیش آ جایا کرتی تھی۔ مجھے آپکے پیچھے بھی نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ مگر بہت کم

(۵)

حضور کا کلام

میں جب کبھی آپسے ہم کلام ہوا۔ میں نے آپ کو ہمیشہ مسکراتے ہوئے دیکھا۔ بجز ایک دو دفعہ کے جو میری اپنی ہی کوتاہی کا نتیجہ تھا۔ حق کے لئے آپ جب بطور مباحثہ بولتے تھے یا آپ کوئی تقریر فرما رہے ہوتے تھے۔ تو آپ کی آواز بہت بلند اور گرجدار ہوا کرتی تھی۔ اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جایا کرتا تھا۔ اور ہم ہمیشہ ایسے وقت کے انتظار میں رہا کرتے تھے۔ اور ہماری آنکھیں اسطرف لگی رہتی تھیں۔ جیسے ہی کوئی مسئلہ چھڑتا ہمارے ایمان کی کھیتی اچھی طرح شاداب ہونے لگتی اسوقت ہمارے ایمانوں کی شادابی کی عجب حالت ہوتی۔ اسکو اگر موسم برسات کے بادلوں سے یا ابر بہار کے ساتھ تشبیہ دیجائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑی سے بڑی بے ادبی ہوگی اور اس نعمت کا بڑے سے بڑا انکار ہوگا۔

(۶)

حضور اپنی مجلسوں میں اپنی پیشگوئیوں کا اکثر قبل از وقت ذکر فرمایا کرتے تھے جب وہ پیشگوئیاں پوری ہو کر ہو بہو خدا تعالیٰ کی ہستی کی عینی رویت کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے کھینچ دیا کرتی تھیں۔ تو ہم جو لطف اور ایمانی ذوق اسوقت حاصل کرتے تھے۔ اسکو کسی قسم کے الفاظ اور کیسی ہی فصاحت و بلاغت سے بھی ظاہر نہیں کر سکتے۔ ان مجلسوں کی یاد اب بھی ہمارے دلوں میں گدگدیاں لیتی ہے۔ اور اس کا تصور کرکے لذت ایمانی کو حاصل کرتے ہیں

(۷)

حضور کی جانفشانی اور جانسوزی

حضور کی صحت اکثر خراب رہا کرتی تھی۔ سر درد کے اکثر دورے ہوا کرتے تھے۔ باوجود اس حالت کے سخت گرمی کے ایام میں آپ بڑی تندہی اور محنت سے مضمون لکھا کرتے تھے۔

(۸)

میری شادی کی تحریک

مجھے وہ وقت خوب یاد ہے۔ رات کا وقت تھا اور حضور کو دورہ ہو گیا۔ اور اس دورے میں میں حضور کے پاؤں دبا رہا تھا۔ جب افاقہ ہوا تو آپ نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہوئے یوں خطاب فرمایا۔ **شیخ صاحب آپ شادی کر لیں**۔ میں نے عرض کی کہ حضور میری آمدنی بہت قلیل ہے کسی کی لڑکی کو کیا کھلاؤں گا۔ فرمایا **خدا تعالیٰ رزاق ہے اس بات کا خیال آپ کچھ نہ کریں**۔

میں یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ دوسرے دن مجھے کسی کام کے سرانجام دینے کے لئے بلایا گیا۔ تو میں نے عرض کی کہ حضور پھر شادی کہاں کروں؟ فرمایا **مرزا فضل بیگ کی ہمشیرہ سے**۔ میں نے عرض کیا وہ تو حضور بیوہ ہے اور بڑی عمر کی ہوگی فرمایا۔ **بھلا کتنی عمر ہوگی**۔ میں نے عرض کیا کہ ۲۶-۲۷ سال سے کیا کم ہوگی۔ اس پر حضور نے فرمایا **پنجاب کی عورتیں اس عمر میں جوان ہوتی ہیں وہیں کر لو**۔

چنانچہ حضور کی منشائے مبارک کے ماتحت وہ رشتہ ہو گیا اور میرے لیے نہایت مبارک نکلا۔ میں اسوقت لنگر خانہ کی روٹی کھایا کرتا تھا۔ جب میری شادی ہو گئی اور میں نے لنگر سے اپنی روٹی علیحدہ کرنے کے لئے رقعہ لکھا تو اسپر حضور نے یہ الفاظ تحریر فرمائے جس کا مفہوم یہ تھا **ہمارا منشاء تو نہیں کہ آپ لنگر سے الگ ہو جائیں**۔

(۹)

حضور کی سیر چشمی کا ایک واقعہ

یہ واقعہ جو میں بیان کرنے لگا ہوں خود میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ ابتدائی ایام میں حضور کو سخت مالی مشکلات درپیش تھیں۔ ان ایام میں تھوڑے سے روپے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بڑے سمجھے جاتے مجھے یہ ان ایام کا واقعہ ہے کہ جب میں رسالہ کی ملازمت سے الگ ہو کر یہاں آیا تھا۔ تو ۲۷۵ تین سو روپیہ میرے پاس تھا۔ جو رفتہ رفتہ خرچ ہوتا چلا گیا۔ جب پچاس روپے باقی رہ گئے۔ تو مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ تو رفتہ رفتہ سب ختم ہو گئے اور مجھے ان سے کوئی ثواب حاصل نہ ہوا۔

تب میں نے آخری پچاس روپوں کو ایک رومال میں باندھ کر حضور کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجدیا۔ تاکہ مجھے کچھ ثواب حاصل ہو۔ مگر حضور نے وہ رقم مجھے واپس فرما دی جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ اور کہنے والے نے بھی کچھ اچھی طرح سے میری تشفی بھی نہ کی کہ یہ رقم کیوں واپس کی ہے میں نے دوبارہ حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ وہی رقم ارسال کی۔ اور ان سے عرض کی کہ وہ سفارش فرمائیں۔ حضور اس رقم کو بطور ہدیہ قبول فرمالیں مگر حضور نے یہ کہہ کر رقم واپس فرما دی۔ **ابھی آپکی ضروریات میں روپے کی ضرورت ہے** تکلیف تو مجھے پھر بھی ہوئی۔ مگر اس دفعہ ایک گونہ تسلی بھی تھی۔ اسوقت مجھے حضور کی اس سیر چشمی کا علم ہوا اور باوجود اپنی دینی ضروریات کے آپنے میری ضروریات کی خاطر اس رقم کو قبول نہ فرمایا۔ اس سے حضور کے ان اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔ جو ایک طرف خدام کی ضروریات کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور دوسری طرف آپ کی سیر چشمی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

میں ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح اول سے دینی تعلیم حاصل کیا کرتا تھا۔ اور یہ بقیہ پچاس روپے اسوقت تک میرے کام آتے رہے۔ جس وقت تک میں تعلیم حاصل کرتا رہا مجھے ان روپوں کے متعلق اسوقت بڑا ہی لطف حاصل ہوا۔ جبکہ تعلیم ختم کرنے کے بعد ایک دن میں بالکل صفر الیدین تھا۔ اور میں ظہر کی نماز میں رو رو کر خدا تعالیٰ سے پیسوں کیلئے دعا کر رہا تھا۔ ظہر کی نماز کی سنتوں میں میری طرف سے "ہائے پکار رہی تھی" اور ظہر کے فرضوں کے بعد میری دو روپے ماہوار تنخواہ تھی۔ اسوقت وہ دو روپے میرے لئے دو لاکھ تھے تب مجھے معلوم ہوا کہ پچاس کی واپسی میں ایک رحمت مخفی تھی۔ جو اسوقت تک میرے شامل حال رہنی ضروری تھی۔ یا وہ رقم بطور وظیفہ کے تھی۔ جس سے بقیہ تعلیم دینی کو ختم کرنا میرے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

(۱۰)

آپ کی مساعی

حضور کے مامور من اللہ ہونے کی شان آپ کی ہر وقت کی سعی سے اور آپ کی معتدبہ تصنیفات سے تو ہر روشن آنکھ کو ہر طرح نمایاں نظر آ سکتی ہے۔ مگر حضور کا گرمیوں کی راتوں میں بیٹھ بیٹھ کر لکھنا۔ رات رات بھر جاگتے رہنا۔ حق کے پھیلانے کی فکر میں دعوتیں دیکر لاہور کے ایڈیٹروں کو وعظ سنانا۔ یہ ایسے امور ہیں جن سے بہت کم آنکھیں بہرہ اندوز ہو چکی ہیں۔

حضور کی تبلیغی مساعی اور حضور کی اولوالعزمیوں کا اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے۔ جو چولہ صاحب سے تعلق رکھتا ہے وہ وقت کیا ہی بھلا وقت تھا کہ عشا کی نماز کیوقت مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم اور مرزا یعقوب بیگ صاحب چولہ صاحب کا ذکر کرتے ہیں۔ اور صبح ہی کو تمیوں کی قطار ڈیرہ بابا نانک ؒ کو سالار قافلہ کی معیت میں گرد و غبار اڑاتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ اور پوری فتح و ظفر کے ساتھ خدا تعالیٰ کا رسول واپس آتا ہے۔ اور پھر اسلام کی صداقت میں ست بچن کا تحفہ مع چولہ صاحب کی تصویر کے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے

خدمت اسلام میں حضور کا ہمت اور سچا اور حقیقی جوش رکھنے والا وجود میری آنکھوں کے سامنے اسوقت بھی پھر رہا ہے۔ گو وہ خیالی ہے مگر خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی اصلی اور ایمانی کیفیت ابھی میرے دل میں

موجود ہے جس کو کسی خیال یا کسی دقیق سے تشبیہ نہیں دیا جا سکتا۔ وہ میرے دل میں اپنے مختلف کیفیوں سے اب بھی ویسے ہی نور اور حق کو بھرتا ہوا نظر آتا ہے جیسا کہ اپنی زندگی کے ایام میں .... میری ایمانی کھیتی کی آب پاشی فرمایا کرتا تھا۔ وقت کو گذرتے ہوئے دیر نہیں لگتی قادیان میں اب تک ۳۵ سال کے قریب گذر گئے مگر میں ایک دفعہ اس خیال سے خوب رویا کہ میں اب تک زندہ ہوں اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے وجود کی نعمت میرے ہاتھ سے نکل گئی

(۱۱)

نماز میں بعض وقت آپ کو اچھی دیرتک سجدہ کرتے ہوئے میں نے دیکھا اور اھدنا الصراط المستقیم کا تہجد کے وقت بار بار تکرار کرتے ہوئے میرے کانوں نے سُنا۔

(۱۲)

حضور اپنے دوستوں پر پورا اعتماد فرمایا کرتے تھے میرے ہاتھ میں کچھ عرصہ تک لنگر کا انتظام رہا۔ باقاعدہ حساب کبھی مجھ سے نہیں لیا۔ ایک دفعہ کسی نے شبہ پیدا کر دیا۔ تو آٹے کا وزن بھی کرایا تھا۔ اسراف سے روکنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے اِنّ المبذرین کانوا اخوان الشیاطین

زلزلے کے ایام میں مجھے اسی روپیہ دے کر لاہور بھیجا کہ میں ایک خیمہ خرید کر لاؤں۔ باغ میں وہ خیمہ لگایا گیا تو آپنے پسند فرمایا۔ چونکہ وہ خیمہ پرانا تھا۔ ایک آندھی کے آنے سے وہ گر گیا۔ اور کچھ پھٹ گیا۔ اسلئے کچھ طرح سے مجھ سے پرسش کی۔ میں نے عرض کیا کہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی کی معرفت خرید کیا گیا تھا۔ فرمایا:—

ہم نے تو روپیہ آپ کے ہاتھ میں دیا تھا قریشی صاحب سے منگوانا ہوتا تو کیا ہم اُن کو نہیں لکھ سکتے تھے۔ اس کے باوجود آپ فرمایا کرتے تھے کہ

"مومن کا کیا ہے دو پیسے کے چنوں سے بھی اپنا پیٹ بھر سکتا ہے اور لکڑی کو نکہ بیچ کر بھی گذارہ کر سکتا ہے!"

(۱۳)

نئی جوتی جب پاؤں کو کاٹتی تو جھٹ ایڑی بٹھا لیا کرتے تھے۔ اور اسی سبب سے سیر کے وقت گرد اُڑ اُڑ کر پنڈلیوں پر پڑ جایا کرتی تھی جس کو لوگ اپنی پگڑیوں وغیرہ سے صاف کر دیا کرتے تھے۔ چونکہ حضور کی توجہ دنیاوی امور کی طرف نہیں ہوا کرتی تھی اسلئے آپ کی واسکٹ کے بٹن ہمیشہ اپنے چاکوں سے جدا ہی رہتے تھے۔ اور اسی وجہ سے اکثر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ سے شکایت فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بٹن تو بڑی جلدی ٹوٹ جایا کرتے ہیں شیخ رحمت اللہ صاحب یا دیگر احباب اچھے اچھے کپڑے کے کوٹ وغیرہ بنوا کر لایا کرتے تھے۔ حضور کبھی تیل سر مبارک میں لگاتے تو تیل والا ہاتھ سر مبارک اور داڑھی مبارک سے ہوتا ہوا بعض اوقات سینہ تک چلا جاتا جس سے قیمتی کوٹ پر دھبے پڑ جاتے (نوٹ) ایک دنیا دار انسان کی نگاہ میں تو شاید یہ بات عیب نظر آئے۔ مگر وہ لوگ جو راستبازوں کی زندگیوں سے واقف ہیں خوب جانتے ہیں کہ تمام انبیاء و مرسلین دنیا کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی شان دلربائی۔ ان کا جاذب اس لباس سے نہیں ہوتا جو وہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی نور کی وجہ سے ہوتا ہے جس کے وہ حامل ہوتے ہیں۔ اسی سادگی اور بے پرواہی کے عالم میں ایک ایسی جاذبیت ہوتی ہے جو لوگوں کو اپنی طرف مقناطیس کی طرح کھینچتی چلی جاتی ہے الغرض حضور کی نظر ان ظاہری زیبائشوں کی طرف نہ تھی۔ (ایڈیٹر)

(۱۴)

صاحبزادہ مبارک احمد کی علالت اور وفات

حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی علالت کے ایام میں حضور کی ساری توجہ ان کی تیمارداری کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضور کو ان دنوں اس کام کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں۔ مگر جب صاحبزادہ صاحب کی وفات جو مقدر تھی ہو گئی تو ہم نے آپکے چہرے پر کسی قسم کا رنج و غم نہ دیکھا۔ بلکہ جب حضور باغ میں تشریف فرما تھے تو بشاش چہرے سے تقریر فرماتے ہوئے خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا ذکر فرما رہے تھے۔ اور حضور خوش تھے کہ خدا کا کلام پورا ہوا۔

(۱۵)

عربی زبان کی ترویج کی سعی

حضور کی بڑی خواہش تھی کہ ہماری جماعت میں عربی زبان اور اس کی بول چال جاری ہو سکے چنانچہ حضور نے اس غرض کے لئے عربی گفتگو کی بول چال کو چھاپ کر تقسیم کرایا۔ اسوقت احباب نے ان فقروں کو حفظ بھی کیا تھا مگر بعد میں عدم توجہی کیوجہ سے وہ بات اس رنگ میں تو نہ ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں علماء جماعت میں پیدا کر دیئے جو عربی زبان بآسانی بول اور لکھ سکتے ہیں۔

(۱۶)

عربی ام الالسنہ ہے

حضور فرماتے تھے کہ عربی ام الالسنہ ہے۔ اس غرض کے لئے حضور نے ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی جس کے لئے انگریزی اور عربی الفاظ کے باہمی اتفاق اور تعلق کو ثابت کرنے کے لئے فہرستیں جو آئی تھیں اور مغرب سے عشا تک خاص محنت سے تیار کرا ستے۔ اسی محنت کی وجہ سے بعض اوقات عشاء کی نماز میں تاخیر ہو جایا کرتی تھی۔

(۱۷)

قوم کے شیرازے کی پختگی کیلئے ایک صورت

انبیاء ایک معلم اور راہنما کی طرح ہوتے ہیں اسلئے وہ ہر ایک امر میں قوم کی راہنمائی کرتے ہیں۔ ابتدائی زمانہ میں جماعت کو بڑی مخالفت میں سے گذرنا پڑا۔ احباب جب اپنے رشتہ داروں سے کٹ کر آتے۔ تو ان کو تنہائی سے تکلیف ہوتی تھی اور اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے حضور نے ان کے لئے ایک جدید برادری قائم کرنا چاہی اور اس غرض کے لئے حضور نے ایک رجسٹر بنوایا جس میں لڑکے اور لڑکیوں کی فہرستیں درج کرائیں۔ اور حضور دعاؤں کے بعد بعض دوستوں کے لئے بعض جگہ تحریک فرما دیتے۔ اور اسطرح ان آنیوالوں کے لئے ایک جدید برادری پیدا کر دیتے اگرچہ بعد میں حضور نے اس سلسلہ کو جاری نہ رکھا لیکن اس ضروری امر کو جس کا افتتاح حضور نے خود فرمایا تھا اب بذریعہ نظارت امور عامہ سرانجام دیا جاتا ہے۔

(۱۸)

مقدمات میں حضور کا اسوہ

مقدمات میں حضور کا اسوہ یہ تھا کہ حضور قانونی پہلو پر زور دیا کرتے تھے اور تدابیر حقہ پر عمل درآمد بھی کیا کرتے تھے۔ مگر بدسے بد جانی دشمن پر بھی حضور اپنے وکیلوں کو ذاتیات کی جرح سے روک دیا کرتے تھے جیسے کہ مارٹن کلارک کے مقدمہ میں ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا

(۱۹)

آپ کی بہادری اور جرأت

حضور نے دنیا بھر کے علماء و مشائخ کو چیلنج پر چیلنج دیئے۔ مباحثات کے لئے بلایا۔ اسی طرح تمام مذاہب کے رؤسا اور لیڈروں کو اپنی شیرانہ ہمت سے للکارا اور بلایا اور ھل من مبارز کہا۔ حضور کی یہ حالت سالہا سال تک ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

حضور نے غیر مذاہب کو چیلنج دینے میں جس بہادری کا نمونہ دکھایا اس کی بھی مثال نہیں ملتی

(۲۰)

آپ کی مہمان نوازی کی ایک مثال

آپ حد درجہ کے مہمان نواز تھے۔ مہمانوں کے کھانے پینے اور آرام کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ جب آپ خود مہمانوں کے ساتھ کھانے پر بیٹھتے تو اپنے سامنے سے چیزیں اٹھا اٹھا کر مہمانوں کے سامنے رکھتے حکومت ترکی کا سفیر متعینہ بمبئی حسین بے کامی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے امرتسر بھیجا تاکہ وہاں سے انکے لئے برف اور لیمن لاؤں یہ چیزیں اسوقت قادیان تو ایک طرف بٹالہ سے بھی میسر نہیں آتی تھیں۔

(۲۱)

روپیہ قابل اعتماد شخص کو دیتے تھے

حضور کبھی کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں روپیہ نہیں دیتے تھے۔ جس کے متعلق حضور کو اعتماد نہ ہو۔ ایک دفعہ لنگر کے لئے آٹا ختم تھا مجھے بلا کر فرمایا کہ آٹا خرید لاؤ۔ میں نے عرض کی کہ مینہ ..... آج مسہل لیا ہوا ہے یا تو حضور کسی اور آدمی کو بھیج دیں۔ یا پھر میں کل چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا:۔

"نہیں۔ آٹا ختم ہے۔ آپ ٹٹو کرایہ کر لیں اور جہاں ضرورت ہو فارغ ہو کر پھر چل پڑیں"

حضور کے ارشاد کے ماتحت میں نے اسی طرح سفر کیا۔ اور دھاریوال سے آٹا خرید کر لے آیا یہ ۱۹۰۵ء کی بات ہے۔

(۲۲)

ایک سالانہ جلسہ

ایک دفعہ ایک سالانہ جلسہ پر حضور نے مجھے پانچسو روپیہ نقد دیا اور حکم دیا کہ مہمانوں کے کھانے کا انتظام کرو۔ مگر سب کے لئے ایک ہی قسم کا کھانا پکواؤ۔ مینے حضور کے حکم کی پوری تعمیل کی۔

اس جلسہ پر چھ پیسے کم پانچسو روپیہ خرچ ہوا۔ اس جلسہ میں کوئی واقعہ ناگوار پیش نہیں آیا۔

(۲۳)

غلام محمد کاتب سے خاص سلوک

اس جلسہ پر منشی غلام محمد صاحب کاتب میرے پاس آئے۔ اور انھوں نے چاول مانگے۔ حضرت اقدس منشی غلام محمد صاحب کی بڑی نازبرداری فرمایا کرتے تھے (کیونکہ اس زمانہ میں کاتب قادیان میں میسر نہیں آتا تھا جسے باہر سے لایا جاتا تھا اسلئے بڑی نازبرداری سے رکھنا پڑتا تھا۔ اس کے غیر معمولی اخراجات ادا کرنے پڑتے تھے تاکہ وہ کسی طرح کام کر سکے۔ منشی غلام محمد صاحب ان کاتبوں میں سے ایک تھے جن کو حضور نے اپنی کتابیں لکھنے کے لئے بلایا تھا۔ ایڈیٹر)

وہ میرے دوست اور محسن تھے۔ میں نے اُن کو سمجھایا اور انکار کر دیا۔ مگر وہ خوشنویس ہونے کی وجہ سے وہ حضرت صاحب کے منظور نظر تھے۔ وہ میرے انکار کے باوجود مجھے مجبور کرنے لگے تب میں نے انکو کہا کہ حضرت اقدس سے اجازت لے لو۔ انھوں نے یہ بات بصد مشکل مانی اور رقعہ لکھا۔ جب حضور کو وہ رقعہ ملا تو حضور نے کھڑکی کھول کر مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

"ان کو چاول پکوا دو"

تب میں نے پکوا دیئے۔

(۲۴)

خواب میں اندھے ہونیکی تعبیر

۱۸۹۴ء اور ۱۸۹۵ء میں جبکہ میں رسالہ میں ملازم تھا۔ میں نے ایک دفعہ دوپہر کو خواب میں دیکھا کہ میں اندھا ہو گیا ہوں۔ میں اُسوقت بیعت کر چکا تھا۔ مجھے اس خواب سے بیحد تشویش ہوئی اور حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ تحریر خواب کی تعبیر دریافت کی۔ حضور نے جواباً لکھا:-

"بہت سا استغفار کرو۔ دینی کمزوری پیدا ہونیکا اندیشہ نظر آتا ہے":

چنانچہ ایسا ہی ہو کر رہا۔ ہم شہر سیالکوٹ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا درس قرآن کریم سننے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس سے ہم حکماً یہ تشدد روک دیئے گئے اور اسطرح آنکھیں اس نور کی بینائی سے ایک مدت تک بالکل بند کر دی گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(۲۵)

حضرت ام المومنین کے رتھ کیساتھ بطور پہرہ دار

حضرت اقدس جب کبھی سفر کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت ام المومنین رتھ میں سوار ہوتیں تو ہمکو ساتھ جانے کا حکم ملتا۔ تو ہم رتھ کے ساتھ ساتھ بطور محافظ بٹالہ تک خوب دوڑ لگایا کرتے تھے اور اسی طرح واپسی پر۔

(۲۶)

شکار اور شہد کی پسندیدگی

حضور شکار اور شہد کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے اس زمانہ میں اگر ہم بٹالہ یا ادھر ادھر سے کوئی شکار لا کر پیش کرتے تو بہت پسند فرمایا کرتے۔

بندوق تو تھی نہیں غلیل سے شکار کرتے تھے اس سے کیا شکار ہو سکتا تھا۔ خیر جو کچھ ہاتھ آتا نذر کرتا تو مجھے اس کی بڑی خوشی ہوتی تھی۔

(۲۷)

میری تربیت

میں جب یہاں شرف اسلام سے سرفراز ہوا تو حضور نے مجھے حضرت خلیفہ اول کے سپرد کر دیا۔ اور فرمایا کہ ان کی تعلیم و تربیت اور روٹی کا انتظام فرماویں۔ یہ آپ کے سپرد ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اول جو اسوقت میرے استاد تھے کچھ دن مجھے اپنے گھر سے اپنے ساتھ کھانا کھلایا کرتے تھے۔ مگر مینے خود ہی ان کو جلدی اس تکلیف سے سبکدوش کر دیا اور اصحاب صفہ کے ساتھ لنگر خانہ کا دیر تک مہمان بننا پسند کیا۔

(۲۸)

حضور کی وفات کی گھڑیاں

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو میں لاہور نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی پر تھا جو جیل روڈ پر تھی۔ صبح کو جب ذرا دن چڑھا تو میں حضور کی آخری زیارت اور عیادت کے لئے گیا۔ اسوقت حضور نے قلم دوات منگوائی اور کاغذ پر کچھ لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اسوقت مینے دل میں کہا الحمد للہ کیونکہ میں حضور کی تشویشناک حالت کی خبر سن کر گیا تھا۔ اور بہت گھبرایا ہوا تھا۔

مگر حضور جب جھککر لکھنے لگے تو کاغذ پر بے قاعدہ قلم چلا سکے۔ اور وہ ایک ٹیڑھی سی کشش تھی اسوقت مجھے یقین ہوا کہ حالت خطرناک ہے۔ مگر حضور نے مجھے پہچان لیا۔ اور زور سے دبانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ یہ بالکل آخری وقت تھا اور ایک گھنٹے کے اندر اندر میری آنکھوں کے سامنے آپ کی روح مبارک ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کے ذوق سے ہمیشہ کے لئے بہرہ اندوز ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون

اللھم صل وسلم وبارک علیہ کما تحب وترضیٰ

روایات

حافظ محمد ابراہیم صاحب امام مسجد دار الفضل

(۱)

ایک دفعہ عید جلسہ کے قریب آئی۔ حضور نے صبح کی نماز کے وقت ہمارے گھر کھانا بھیجا۔ اور پھر عید پڑھ کر آئے اور دوبارہ آپنے کھانا بھیجا۔ حضور اپنے صحابہ سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے اور نہایت شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔

(۲)

ہمارے سید مہدی حسین صاحب کو (جو آجکل ایران گئے ہوئے ہیں) حضور جب تک زندہ رہے کھانا لنگرخانہ سے اور تنخواہ باقاعدہ دیتے رہے۔ کوئی کام نہ بھی ہوتا تو بھی حضور ان کو اپنے ساتھ رکھتے۔ کسی نہ کسی کام پر لگا دیتے۔ اور ان کی ضروریات کا خود خیال رکھتے تھے۔

بعض دوست بیمار ہوتے تھے تو حضور خود تیمارداری کے لئے جاتے تھے۔ دوائی بعض وقت اپنے پاس سے دیتے۔ اور بعض دفعہ مولوی صاحب کو فرماتے کہ فلاں شخص بیمار ہے اس کے لئے دوائی چاہیئے۔

(۳)

ایک لڑکا حیدرآباد کا یہاں ہوتا تھا۔ عبدالکریم اس کا نام تھا۔ اسکو دیوانے کتے نے کاٹا۔ اسکو علاج کے لئے کسولی بھیجا گیا۔ جو وقت وہ واپس آیا تو کچھ دنوں کے بعد وہ بیماری پھر اس کو عود کر آئی۔ یہاں سے کسولی تار دیا گیا کہ اس کو بیماری پھر عود کر آئی ہے۔ کیا کرنا چاہیئے؟ وہاں سے جواب آیا ہمارے پاس اب اسکا کوئی علاج نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے مولوی صاحب سے فرمایا **اسکا علاج کرو اسکو جلاب دیدو۔ اور کھانے کی دوائی بھی دو۔ اور میں تمام رات اسکے لئے دعا کروں گا۔**

اس دن رات کو بارش بھی تھی۔ بادل زور سے گرجتا تھا۔ اور بجلی کڑکتی تھی۔ اس مرض میں اگر یہ حالات ہوں تو پھر انسان کا بچنا بہت مشکل ہوتا ہے مگر باوجودیکہ تمام سامان اس کے خلاف تھے۔ مگر تاہم بھی مسیح موعود علیہ السلام کی دعا وہ اثر رکھتی تھی کہ باوجود مخالف سامانوں کے وہ بالکل اچھا ہو گیا اور چند سال ہوئے مجھے بھی ملا تھا۔

(۴)

حضور کے زمانہ میں یہاں سے ایک اخبار آریہ کا نکلتا تھا۔ جس میں وہ بہت فحش کلامی سے پیش آتے تھے۔ حضور سے اگر کوئی ذکر کرتا تو فرمادیا کرتے کہ

یہ لوگ قابل ذکر نہیں ہیں

قریباً دو سال وہ اخبار چلتا رہا۔ آخر ایک دن ایک شخص نے ایک پرچہ حضور کی خدمت میں بھیجا۔ اور اس نے عرض کیا کہ حضور! کم از کم اسکو پڑھ کر دیکھیں۔ حضور نے پڑھا اور اسپر

"قادیان کے آریہ اور ہم"

کتاب لکھی۔

اس کتاب کے لکھنے کی دیر تھی کہ چند روز کے اندر نہ اخبار رہا اور نہ اس کے ایڈیٹر رہے۔ اور نہ کوئی مضمون دینے والا

غرض انبیاء کا زمانہ عجیب ہوتا ہے۔ نصرت ہر وقت ہمرکاب رہتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۱۴ر فروری ۱۹۳۵ء

دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جماعت صحابہ کی تھی۔ اس کے یہ تعلقات ہی کمال کو پہونچے ہوئے تھے۔ جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی۔ اور نہ اپنے مال و املاک کی اور نہ عزیز و اقارب کی۔ یہانتک کہ اگر ضرورت پڑی۔ تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد و مصائب جو ان کو پہونچ رہے تھے۔ ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سر تھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا۔ جو آپ لیکر آئے تھے۔ اور پھر دنیا اور اس کی ہر ایک چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالےٰ کے لقا کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔

یاد رکھو۔ کہ جب سچائی پورے طور پر اپنا اثر پیدا کر لیتی ہے۔ تو وہ ایک نور ہو جاتی ہے۔ جو کہ ہر تاریکی میں اس کے اختیار کرنے والے کے لئے رہنما ہوتا ہے اور ہر مشکل میں بچاتا ہے۔

ذاتی حملوں کا جو بغض اور حسد کی بناء پر کئے جاتے ہیں۔ اور سچائی کے مقابلہ سے عاجز آ کر کمینہ اور سفیہہ لوگ کرتے ہیں۔ ان پر ہی اثر ہوتا ہے۔ جنھوں نے سچائی کی حقیقت کو نہیں سمجھا ہوتا۔ اور سچائی نے ان کے دل کو منور نہیں کیا ہوتا۔

یہ بالکل سچی بات ہے۔ کہ انسان اس حد تک پژمردہ ہوتا ہے۔ جب تک سچائی کو سمجھا ہوا نہیں۔ جوں جوں وہ اسے سمجھتا جاتا ہے۔ اس میں ایک تازگی اور شگفتگی آتی جاتی ہے۔ اور روشنی کی طرف آ جاتا ہے یہاں تک کہ جب بالکل سمجھ لیتا ہے۔ پھر تاریکی اس کے پاس نہیں آتی ہے۔ تاریکی تاریکی کو پیدا کرتی ہے اندرونی روشنی اور روشنی کو لاتی ہے۔ اسی واسطے تاریکی کو شیطان سے تشبیہ دی ہے۔ اور روشنی روح القدس سے مشابہ ہے۔ اسی طرح معرفت اور یقین کی روشنی جہاں قائم ہو جاتی ہے۔ وہاں تاریکی نہیں رہتی۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ کہ اپنے کاروبار کو چھوڑ کر کبھی یہاں آؤ۔ ملک کی حالت خطرناک ہو رہی ہے۔ طاعون بڑے زور کے ساتھ پھیلتی جاتی ہے۔ اور اس کے دورے بعض اوقات ساٹھ ساٹھ ستر ستر برس تک ہوتے رہتے ہیں۔ اور شہروں کے شہر تباہ کر دیتی ہے۔ مولوی صاحب کے پاس ابھی ایک خط آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض گاؤں بالکل خالی ہو گئے ہیں۔ یہ مت سمجھو۔ کہ ایک دو سال میں رخصت ہو جائے گی۔ یہ اپنا اثر کر کے جاتی ہے۔ پھر ہمارے تو ملک سے دور نہیں۔ اس وقت پانچ ضلع مبتلا ہو رہے ہیں۔ پس بے خوف ہو کر مت رہو۔ استغفار اور دعاؤں میں لگ جاؤ۔ اور ایک پاک تبدیلی پیدا کرو۔

اب غفلت کا وقت نہیں رہا۔ انسان کو نفس جھوٹی تسلی دیتا ہے۔ کہ تیری عمر لمبی ہوگی۔ موت کو قریب سمجھو۔

خدا کا وجود برحق ہے۔ جو ظلم کی راہ سے خدا کے حقوق دوسروں کو دیتا ہے۔ وہ ذلت کی موت دیکھیگا اب جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں تین گروہوں کا ذکر ہے ان تین کا ہی مزہ چکھا دیگا۔ اس میں جو آخر تھے۔ وہ مقدم ہو گئے۔ یعنی ضالین۔ اسلام وہ تھا۔ کہ ایک شخص مرتد ہو جاتا۔ تو قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ مگر اب ۲۰ لاکھ عیسائی ہو چکے ہیں۔ اور خود ناپاک ہو کر پاک وجود کو گالیاں دی جاتی ہیں۔

پھر مغضوب کا نمونہ طاعون سے دکھایا جا رہا ہے۔ اس کے بعد انعمت علیھم کا گروہ ہو گا۔

یہ قاعدہ کی بات ہے۔ اور خدا کی قدیم سے سنت چلی آئی ہے۔ کہ جب وہ کسی قوم کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ کہ یہ کام نہ کرنا۔ تو اس قوم میں سے ایک گروہ ضرور خدا کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ کہ کوئی قوم ایسی دکھاؤ۔ کہ جس کو کہا گیا۔ کہ تم یہ کام نہ کرنا اور اس نے نہ کیا ہو۔ خدا نے یہودیوں کو کہا۔ کہ تحریف نہ کرو۔ انہوں نے تحریف کی۔ قرآن کی نسبت یہ نہیں کہا۔ بلکہ یہ کہا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون غرض دعاؤں میں لگے رہو۔ کہ خدا تعالےٰ انعمت علیھم کے گروہ میں داخل کرے۔

۱۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء[ؔ] کو لاہور سے فورمن کالج امریکن مشن کے دو پادری معہ ایک دیسی عیسائی کے قادیان آئے تھے۔ اور انہوں نے سوالات حضرت سے کئے۔ جن کا جواب حضرت اقدس نے حسب ذیل دیا:۔

نبیوں سے بہت نشانات مانگنے والوں نے نشان مانگے۔ انہوں نے ان کے جواب میں یہی کہا۔ کہ عقلمند ایسے سوال نہیں کرتے۔ بلکہ مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں تو ایسے موقع پر جیسا انجیل سے پتہ لگتا ہے۔ بہت سختی پائی جاتی ہے۔ یہ سچی بات ہے۔ کہ جو شخص خدا کی طرف سے آتا ہے۔ وہ نشانات لیکر آتا ہے میں تو یہ کہتا ہوں۔ کہ وہ خود ایک نشان ہوتا ہے لیکن تھوڑے ہوتے ہیں۔ جو ان نشانات سے فائدہ اٹھاتے اور ان کو شناخت کرتے ہیں۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دنیا دیکھ لیتی ہے۔ کہ وہ کیسے عظیم الشان نشانات کے ساتھ آیا ہے۔ یقیناً سمجھ لیں۔ کہ وہ نہیں مرتا۔ جب دنیا پر ثابت نہ کر دے۔ کہ وہ صاحب نشان ہے۔

سوال:۔ آپ کی سمجھ میں خدا کا کلام کیا ہے یعنی کیا آپ بھی کچھ نوشتے چھوڑ جائیں گے۔ جیسے انجیل یا توارات ہے۔

جواب حضرت اقدس:۔ بات اصل میں یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو لوگ مامور ہو کر دنیا کی اصلاح کے واسطے آتے ہیں۔ وہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو صاحب شریعت ہوتے ہیں۔ اور ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں۔ جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہوتے تھے۔ اور مامور ہو کر آئے تھے۔ مگر ان کو ایک شریعت جس کو آپ لوگ توارات کہتے ہیں۔ اور مانتے ہیں کہ شریعت موسےٰ کی معرفت دی گئی۔

مگر ایک وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو خدا تعالےٰ سے ہمکلام تو ہوتے ہیں۔ اور ان صاحب شریعت نبیوں کی طرح وہ بھی اصلاح خلق کے لئے آتے ہیں۔ اور اپنے وقت پر ضرورت حقہ کے ساتھ آتے ہیں۔ مگر وہ صاحب شریعت نہیں ہوتے۔ جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کہ وہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے تھے بلکہ اسی موسوی شریعت کے پابند تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کوئی لغو کام نہیں کرتا۔ جب اس کا زندہ کلام موجود ہو۔ اور ایک مستقل شریعت وقت کی ضرورت کے موافق موجود ہو۔ تو دوسری کوئی شریعت دی نہیں جاتی۔ لیکن ہاں اس وقت ایسا تو ہو سکتا ہے۔ اور ہوتا ہے۔ کہ جب اہل دنیا کے دلوں سے خدا کی محبت سرد ہو جاوے۔ اور اعمال صالحہ کی بجائے چند رسمیں رہ جاویں۔ تقوےٰ اور اخلاق فاضلہ نہ رہیں۔

اس وقت خدا تعالےٰ ایک شخص کو مبعوث کرتا ہے۔ جو اسی شریعت پر عملدرآمد کی ہدایت کرتا ہے اور اپنے عملی نمونہ سے اس شریعت حقہ کی کھوئی ہوئی عظمت اور بزرگی کو پھر لوگوں کے دلوں میں قائم کرتا ہے۔ اس کے مناسب حال اس میں سب باتیں موجود ہوتی ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف رکھتا ہے کلام الٰہی کا مغز اسے عطا ہوتا ہے۔ اور شریعت کے اسرار پر اسے اطلاع دی جاتی ہے۔ وہ بہت سے خوارق اور نشان لیکر آتا ہے۔ غرض ہر طرح سے معزز اور مکرم ہوتا ہے۔ مگر دنیا اس کو نہیں پہچانتی جیسے کسی کو آنکھیں ملتی جاتی ہیں۔ وہ اس کو اسی حد تک شناخت کرتا جاتا ہے

یہ امر انسانی عادت میں داخل ہے۔ کہ جب کوئی نیا انسان اس کے سامنے آتا ہے۔ تو آنکھیں اس کو تاڑتی ہیں۔ کہ یہ اس کا قد ہے۔ یہ رنگ ہے۔ آنکھیں ایسی ہیں۔ صورت شکل ایسی ہے۔ غرض سر سے لیکر پیر تک اس کو تاڑتا ہے۔ یہاں تک کہ نظر میں محدود ہو کر آخر کار اس کا رعب کم ہو جاتا ہے اسی طرح نبیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب وہ آتے ہیں۔ تو وہ معمولی انسان ہوتے ہیں۔ تمام حوائج بشری اور ضروریات ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اس لئے جو کچھ وہ فوق الفوق باتیں بتاتے ہیں۔ دنیا کی نظر میں

ؔ الحکم ۱۷ء تاریخ تقریر ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء

وہ اچنبھا ہوتی ہیں۔ اس لئے انکار کیا جاتا ہے۔ ان کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان سے ہنسی کی جاتی ہے۔ ہر قسم کی تکالیف اور ایذا رسانی کا نشانہ بنایا جاتا ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ کے دل **میں حضرت موسےٰ اور حضرت مسیح کی بڑی بڑی عزت کیوں نہ ہو؟ لیکن جس جگہ میں بیٹھا ہوں۔ اگر آج اسی جگہ حضرت موسےٰ یا حضرت مسیح ہوتے تو وہ بھی اسی نظر سے دیکھے جاتے جس نظر سے میں دیکھا جاتا ہوں۔**

یہی بھید ہے۔ کہ ہر نبی کو دکھ دیا گیا۔ اور ضروری امر ہے۔ کہ ہر ایک جو خدا کی طرف سے مامور اور مرسل ہو کر آوے۔ وہ اپنی قوم میں کیسا ہی معزز اور امین اور صادق ہو۔ لیکن اس کے دعوے کے ساتھ ہی اس کی تکذیب شروع ہو جاتی اور اس کی تذلیل اور ہلاکت کے منصوبے ہونے لگتے ہیں۔

مگر ہاں جیسے یہ لازمی امر ہے۔ کہ ان کی تکذیب کی جاتی۔ ان کو دکھ دیا جاتا ہے۔ یہ بھی سچی اور یقینی بات ہے۔ کہ ایک وقت آجاتا ہے۔ کہ ان کی جماعتیں مستحکم ہو جاتی ہیں۔ وہ دنیا میں صداقت کو قائم کر دیتے اور راستبازی کو پھیلا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے بعد ایک زمانہ آتا ہے۔ کہ ایک دنیا ان کی طرف ٹوٹ پڑتی۔ اور وہ ان تعلیمات کو قبول کر لیتی ہے۔ جو وہ لیکر آتے ہیں۔ گو اپنے زمانہ میں ان کو دکھ دینے میں کوئی کسر نہ رکھی گئی ہو۔ اور نہیں رکھی جاتی۔

ہاں سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ جنہوں نے رد کر دیا۔ وہ دانشمند تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ صرف زمانہ کی خاصیت ہے۔ کہ ان کو دانشمند کہا جاتا ہے۔ ورنہ ان سے بڑھ کر بیوقوف اور سطحی خیال کے اور کون لوگ ہونگے۔ جو حق کو جھٹلا کر دانشمند بنتے ہیں۔ یہ ایک فطرت کی کجی ہوتی ہے۔ جو کوشش کی جاتی ہے۔ کہ کسی طرح ان کو ذلیل کیا جاوے۔ اسی طرح خیالی طور پر اس قسم کے مجمع کہا کرتے ہیں۔ کہ ہم جیت گئے۔ اور خدا کے راستبازوں کے مقابلہ میں ہم کامیاب ہوگئے حالانکہ وہی ذلیل نامراد اور مغلوب ہوتے ہیں۔ آخر انجام دکھا دیتا ہے۔ اور ایک روشن فیصلہ نمودار ہو جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ راستباز کی کامیابی مخالفوں کی سفاہت اور جہالت پر مہر کر دیتی ہے۔ کہ وہ جس قدر اعتراض کرتے تھے۔ اپنی نادانی سے کرتے تھے۔

میں یہ بار بار لکھ چکا ہوں۔ کہ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں۔ دنیا ان کو کم پہچانتی ہے۔ بجز ان لوگوں کے جو دیکھنے کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ ان کو دوسرے دیکھ ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ تو ان میں ہی سے۔ ایک کھاتے پیتے حوائج بشری رکھنے والے انسان ہوتے ہیں۔ اور یہ بات کہ میرے نوشتے باقی رہیں گے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ کہ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آنے والے لوگوں کے دو طبقے ہوتے ہیں ایک وہ جو صاحب شریعت ہوتے ہیں۔ جیسے موسےٰ علیہ السّلام۔ اور ایک وہ جو احیاء شریعت کے لئے آتے ہیں جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام۔ اسی طرح پر ہمارا ایمان ہے۔ کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم **کامل شریعت لیکر آئے جو نبوت کے خاتم تھے اس لئے زمانہ کی استعدادوں اور قابلیتوں نے ختم نبوت کر دیا تھا۔ پس حضور علیہ السلام کے بعد ہم کسی دوسری شریعت آنیکے قائل ہرگز نہیں۔** ہاں جیسے ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسےٰ تھے۔ اسی طرح آپ کے سلسلہ کا خاتم **جو خاتم الخلفا یعنے مسیح موعود ہے** ضروری تھا کہ مسیح علیہ السلام کی طرح آتا۔ پس میں وہی خاتم الخلفا **اور مسیح موعود ہوں** جیسے مسیح کوئی شریعت لیکر نہ آئے تھے۔ بلکہ شریعت موسوی کے احیاء کے لئے آئے تھے۔ **میں کوئی جدید شریعت لیکر نہیں آیا۔ اور میرا دل ہرگز نہیں مان سکتا۔ کہ قرآن شریف کے بعد اب کوئی اور شریعت آسکتی** ہے۔ کیونکہ وہ کامل شریعت اور خاتم الکتب ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے مجھے شریعت محمدی کے **احیاء کیلئے اس صدی میں خاتم الخلفاء کے نام سے مبعوث فرمایا ہے۔**

میرے الہامات جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مجھے ہوتے ہیں۔ اور جو ہمیشہ لاکھوں انسانوں میں شائع کئے جاتے ہیں۔ اور چھاپے جاتے ہیں۔ اور ضائع نہیں کئے جاتے۔ وہ ضائع نہ ہونگے۔ اور وہ قائم رہینگے

سوال:۔ آپ کی رائے میں مذہب کے پھیلانے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ میرے نزدیک اشاعت مذہب کا بہترین طریق یہی ہے۔ کہ وہ مذہب اپنی خوبیوں اور حسن کی وجہ سے خود ہی اندر چلا جاوے۔ اور اس کے لئے بیرونی کوشش نہ کرنی پڑے۔ مثلاً بعض چیزیں ایسی ہیں۔ کہ وہ اپنی روشنی کی وجہ سے خود بخود نظر آتی ہیں۔ جیسے سورج۔ چاند۔ ستارے وغیرہ اور ایک وہ چیزیں ہیں۔ جو ان روشنیوں کے بغیر نظر ہی نہیں آسکتی ہیں۔ مثلاً چرند پرند وغیرہ کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ جب تک روشنی نہ آوے۔ پس سچا مذہب اپنی روشنی اور حقانیت وصداقت کے نور سے خود بخود شناخت ہو کر روحوں میں اترتا جاتا ہے۔ اور دلوں کو اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے۔ اسی لئے میں نے کہا تھا۔ کہ تعلیم ایک بڑا نشان تھا۔ جس مذہب کے ساتھ تعلیم کا نشان نہیں ہوتا۔ اس کے دوسرے نشان کوئی فائدہ پہونچا نہیں سکتے۔ آسمانی تعلیم اپنے اندر ایک روشنی اور نور رکھتی ہے۔ وہ انسانی طریقوں سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایک انسان جب بکلی مر جاوے۔ اور گندی زندگی سے نکل آوے۔ اس وقت۔ وہ خدا میں زندگی پاتا ہے۔ اور سچے مذہب کا نشان محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کے فضل کے سوا یہ کس کا کام ہے۔ کہ گندی زندگی سے مر کر نئی زندگی پاوے۔ یہ اس خدا کے ہاتھ سے ہوتا ہے جس نے دنیا کو زندگی بخشی ہے۔ وہ جس انسان کو مبعوث کرتا ہے۔ پہلے اس کو یہ زندگی عطا کرتا ہے وہ بظاہر دنیا میں ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ اس دنیا کا انسان نہیں ہوتا۔ وہ خدا تعالےٰ کی چادر کے نیچے ہوتا ہے۔ پھر خدا تعالےٰ اس کے مناسب حال تعلیم اس کو دیتا ہے جس کو اسی مناسبت کے لوگ سیکھتے ہیں۔ اس میں گند۔ نفس پرستی۔ ظلم اور شہوانی خواہشات کو پورا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ وہ پاک باتیں ہوتی ہیں۔ جو انسان پر ایک موت وارد کر کے اس کو ایک نئی زندگی عطا کرتی ہیں جس سے اس کو گناہ سوز فطرت مل جاتی ہے۔ وہ ہر ایک قسم کی ناپاکی اور گند سے نفرت کرتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ میں زندگی بسر کرنے کی راحت اور لذت پاتا ہے۔ پس میرے نزدیک سچا مذہب اپنی اشاعت کا آپ ہی کفیل ہے۔ اس کے لئے کسی خارجی کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ اس کی صداقت کے اظہار کا ذریعہ وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو خدا کی طرف سے اسے لیکر آتے ہیں۔ مقابلہ کے وقت ان کو غلبہ ملتا ہے۔ جو بطور نشان کے ہوتا ہے۔ ان کی آمد اس وقت ہوتی ہے۔ جب دنیا حق اور نور کے لئے بھوکی پیاسی ہوتی ہے۔ غرض عمدہ تعلیم اور کامل نمونہ جو اس تعلیم کی عمدگی کا زندہ ثبوت ہوتا ہے۔ وہی اشاعت کا بہترین طریق ہے۔

سوال:۔ ہم آپ کو بہت تکلیف دینا نہیں چاہتے۔ یہ روحانی زندگی کس طرح مل سکتی ہے۔

جواب:۔ خدا کے فضل سے۔

سوال:۔ ہمیں کیا کچھ کرنا چاہئے۔ کہ روحانی زندگی ہم کو مل جائے۔

جواب:۔ ہاں دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی نیک صحبت میں رہنا چاہئے سب تعصبوں کو چھوڑ کر گویا دنیا سے الگ ہو جاوے جیسے جہاں طاعون پڑی ہوئی ہو۔ اور کوئی شخص وہاں سے الگ نہیں ہوتا ہے۔ تو وہ خطرہ کی حالت میں ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی حالت کو بدل نہیں ڈالتا۔ اور اپنی زمین میں تبدیلی نہیں کرتا۔ اور الگ ہو کر نہیں سوچتا۔ کہ کس طرح پاک زندگی پاؤں اور خدا سے دعا نہیں مانگتا۔ وہ خطرہ کی حالت میں ہے۔

دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دُعا کی تعلیم نہیں دی۔ یہ دعا ایک ایسی شئے ہے۔ جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔ اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے۔ دعا ایک ایسا باریک مضمون ہے۔ کہ اس کا ادا کرنا بھی بہت ہی مشکل ہے۔ جب تک خود انسان دعا اور اس کی کیفیتوں کا تجربہ کار نہ ہو۔ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ غرض جب انسان خدا تعالےٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے۔ تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے۔ اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے۔

باقی آئندہ

اخبار "الحکم" اور گوجرانوالہ کا "العدل"

گوجرانوالہ سے ایک نہایت ذلیل قسم کا اخبار "العدل" کے نام سے نکلتا ہے۔ جو کچھ عرصہ سے الحکم سے اُلجھنا چاہتا ہے۔ "العدل" کی صحافت کا پایہ اس حد تک گرا ہوا ہے کہ ہم اس کو منہ لگانا پسند نہیں کرتے۔ مگر وہ بار بار منہ آتا ہے۔ اس قسم کے اخبارات جن کو اخبار کہنا بھی اخبارات کی توہین ہے۔ جب وہ اپنے لیئے کوئی میدان عمل نہیں پاتے تو وہ احمدیت سے اُلجھنے میں اپنی کامیابی کا راز سمجھ لیتے ہیں۔ میں اب بھی اس کی کسی لغویات کی طرف توجہ دینے کے لئے تیار نہ تھا مگر ایک مضمون کسی ڈاکٹر محمد مختار حسین ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی ہی سابل مدراس کا شائع ہوا ہے

ڈاکٹر صاحب نے نزول المسیح کی طباعت پر چودہ سو روپیہ خرچ آنے پر اعتراض کیا ہے اور بذات خود حساب لگا کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ۵۰۰ روپے اسپر خرچ نہیں آسکتے۔

ڈاکٹر صاحب کا مضمون انتہا درجہ کی ذہنی پستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اگرچہ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ بہت سی ڈگریوں کو لگا کر اپنی شان کو بلند کرنا چاہا ہے۔ مگر ڈگریوں سے کسی شخص کے اخلاق درست نہیں ہوسکتے۔ اور ذاتی شرافت کا معیار قائم نہیں ہوسکتا۔

انھوں نے اپنے مضمون میں الحاد زندقہ۔ بیدینی ارتداد۔ سودیشی نبی وغیرہ بیشمار الفاظ سے اپنی گندی اور گری ہوئی طبیعت کا مظاہرہ کیا ہے

ڈاکٹر صاحب کی ذاتی واقفیت کی حالت یہ ہے کہ الحکم کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"موضع قادیان ضلع گورداسپور سے مرزائی جماعت نے حال ہی میں ایک اور ہفتہ وار اخبار الحکم شائع کرنا شروع کیا ہے۔ مرزا آنجہانی کی زندگی میں بھی اس نام کا ایک اخبار شائع ہوا کرتا تھا جسے مرزا نے اپنے الحاد و زندقہ پرور مذہب کا بازو قرار دیا تھا۔ مرزا کی موت پر یہ بازو ٹوٹ چکا تھا۔ لیکن اب پھر قادیان کے کسی شخص نے اس اخبار کو نئے سرے سے جاری کیا ہے"

اس نوٹ سے ہی ڈاکٹر صاحب کے مبلغ علم کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ الحکم کو دیکھتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور خلافت ثانیہ میں بھی یہ اخبار جاری رہا۔ بالآخر مالک و ایڈیٹر کے بعض عذروں کی وجہ سے وہ معرض التوا میں آگیا۔ وہی اخبار اب گذشتہ ایک سال سے بدستور پوری آب و تاب سے اُسی ایڈیٹر کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے اور دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ جس شخص کی موٹی معلومات کی یہ حالت ہو اس کی باریک اور دقیق معلومات کی کیا حالت ہوگی؟

ڈاکٹر صاحب موصوف کے بلند پایہ انسان ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ "العدل" جیسے گرے ہوئے اخبار کے "نامہ نگار خصوصی" ہیں۔

مجھے حیرانی ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور ان جیسے ہوشمند انسانوں کی دماغی حالت کا توازن اسقدر جلد کیوں کھو یا جاتا ہے۔

احمدیت کی ترقی اور احمدیت کے معیار نبوت پر پورے اُترنے سے ان کے دل میں ایک آگ سی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے وہ اندر ہی اندر جل کر کباب ہو جاتے ہیں ان کو اس امر کا بھی صدمہ ہوتا ہے کہ ہم صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ چنانچہ مدراس کا یہ پی۔ ایچ۔ ڈی لکھتا ہے کہ:۔

"اس اخبار میں خاص طور پر میرزا آنجہانی کے دیکھنے والوں کو رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے۔ سادہ لوح مرزائیوں کو بے دینی اور ارتداد کو پختہ کرنے کے لیئے ہر ہفتہ ایک خاص عنوان "میں کیوں کر احمدی ہوا" کے ماتحت روایات اور خود ساختہ افسانوں کا طومار باندھا جاتا ہے ہر نام نہاد صحابی اپنے سودیشی نبی کے معجزات بیان کرتا ہے۔ سیرت المہدی کا ایک اور خطرناک عنوان ہے۔ جس کے ذیل میں کسی نہ کسی صحابی کی طرف سے مرزا کی نسبت خود ساختہ کراماتوں اور نشانیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ غالباً مرزائی جماعت ان افسانوں کو تازگی ایمان کا باعث سمجھتی ہوگی۔ لیکن ایک ہوشمند انسان کے لئے ان بے سروپا افسانوں میں کئی ایک ایسی باتیں مل سکتی ہیں جن سے مرزا کی دیانت و امانت کی قلعی کھل جاتی ہے"

اس عبارت کے پڑھنے سے اس ڈاکٹر کے احتراق قلب کا پتہ چلتا ہے۔ اس نے کس طرح یہود اور نصاریٰ کی طرح اعتراض کیے ہیں۔ بعینہٖ ان ہی الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کمینہ طبع دشمنوں اور سفلہ انسانوں نے جو اعدائے اسلام میں سے تھے اعتراض کئے ہیں اور آپ کی سیرت طیبہ کو غلط افسانوں کا طومار ظاہر کیا۔

صحابہ کی ترقی ان کو بھی معلوم ہوتی تھی۔ اور ان کے دل اندر ہی اندر جل کر کباب ہو رہے تھے۔ کہ اونٹوں کے چرانے کس طرح دنیا کے بہترین انسان بن گئے۔ عداوت اور دشمنی کا بُرا ہو جو اس قسم کے ڈگری زدہ انسانوں کو اس حد تک سوچ اور فکر کے مقام سے گرا دیتی ہے کہ وہ یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے حضرت اقدس پر الزام لگایا ہے کہ انھوں نے سید ناصر شاہ صاحب سے ۱۴۵۰ روپیہ نزول المسیح کے نام پر لے لیا۔ ناصر شاہ صاحب تو اپنی خوش بختی پر ناز کرتے ہیں کہ ان کے مال میں سے یہ حقیر رقم خدمت دین کے کام آسکی مگر ڈاکٹر صاحب کی ..... تو تیلی کے تیل والی مثال ہے کہ یونہی جل رہے ہیں۔ نہ سید ناصر شاہ صاحب کا روپیہ تباہ ہوگیا اور یہ ہوا اور وہ ہوا۔

ڈاکٹر صاحب کو سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے لیئے کاتب میسر نہیں آتے تھے۔ بڑی گرانبہا تنخواہیں دے کر اور اسپر مزید براں ان کو کھانے پینے اور رہنے کی سہولتیں بہم پہنچا کر ان سے کام کرایا جاتا تھا۔ پریس کی دقت یہ تھی کہ منہ مانگے دام اُن کو دینے پڑتے تھے۔ کمزور طبع لوگ مولویوں کی کفر بازی کے حملوں کی تاب نہ لاکر حضور کی کتابوں کو چھاپنے سے انکار کرتے تھے۔ اور اس غرض کے لئے حضور کو منہ مانگے دام دینے پڑتے تھے۔ پروف دیکھنے کے لئے آدمی امرتسر جاتے اور رہتے۔ اور کبھی ایسے حالات پیدا ہوتے کہ امرتسر سے پریس قادیان منگوانا پڑتا۔ پریس کے لانے اور پہنچانے کے اخراجات ادا کرنے پڑتے۔ جو آدمی ساتھ آتے اُن کے لئے ہر قسم کے آرام کا انتظام کرنا پڑتا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قادیان میں آٹا بھی میسر نہ آتا تھا اور ضروریات زندگی باہر کے شہروں سے منگوانے پڑتے تھے۔ ان حالات میں چودہ سو روپیہ کی رقم کا خرچ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔

بات اصل میں یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے واقعات ان لوگوں کو اسی طرح تکلیف دیتے ہیں جیسے ایک بیمار کو جس کے پیٹ میں گندہ مواد جمع ہو تو اسکو دودھ پلانے سے تو تخ پیدا ہو جاتا ہے یا جیسے سورج کی روشنی میں اُلو۔ چمگادڑ اور چوہے وغیرہ اندھیرے کے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ ورنہ صاف اور سیدھی باتیں ہیں جو ایک مکمل اور کامل انسان کے اعلیٰ کیریکٹر کو ظاہر کرتی ہیں۔

میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب کو اسقدر اشارہ ہی کافی ہوگا۔ کیونکہ وہ پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں۔

العدل کی بیہودہ گوئی

اخبار العدل جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک ننگ صحافت اخبار ہے۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ جن کو نہ دین کی سمجھ نہ دنیا کی عقل۔ ان کو کون اخبار نویس بنا دیتا ہے۔

العدل کے ایڈیٹر منشی احمد علی نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بیہودہ گوئی کی۔ اب اس کو ایک نیا انکشاف ہوا ہے کہ:۔

"مرزائیوں کے مذہب کی بنا خواب پر ہے"

اس بھولے انسان کو اسقدر سمجھ نہیں کہ رویائے صادقہ صداقت اسلام کی ایک جزو ہے۔ اگر رویائے صادقہ کو نکال دیا جائے تو پھر اسلام کی عمارت میں سے بہت سی اینٹیں نکل جائینگی۔ مگر مولویوں کی جانے بلا اسلام کی عمارت رہے یا گرے ان کو اپنے مطلب سے مطلب۔ ان کو یہ بھی سمجھ نہیں آتی کہ سینکڑوں انسان ہندوستان کے مختلف کونوں میں متواتر الہامات اور مبشرات اور رویائے صادقہ کے ذریعے اس حقانیت کو قبول کر چکے ہیں اور ان سینکڑوں آدمیوں کی تنہا دلوں کو سوائے ان عقلمندوں کے جن کے نام کے ساتھ منشی فاضل اور مولوی فاضل کی ڈگری بھی لگی ہو اور پھر حق کے نہ سمجھنے کی انھوں نے قسم بھی کھائی ہو اور کون رد کر سکتا ہے۔

منشی و مولوی احمد علی نے صحابہ مسیح موعود علیہ السلام پر بھی اعتراض کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"اس دعوے کے طفیل میاں گھسیٹے خان چودھری ننھے خان منشی آروڑا — اور مہر فتا سب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوگئے"

منشی احمد علی نے جس طرز سے ان ناموں کو جمع کیا ہے اور اس سے جس مقصد کا اظہار کرنا چاہا۔ اس کے جواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ایسے ہی اسماء کی ایک لمبی فہرست دے کر اس مماثلت کو ثابت کر سکتا ہوں مگر صحابہ تو میرے دل کا سرور ہیں۔ میں ان کی شان میں اس رنگ میں بھی گستاخی نہیں کرسکتا۔ صرف اسقدر کہنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ ہم تو ان تمام لوگوں کے اسمائے گرامی کے ساتھ خواہ وہ بقول احمد علی "ننھے خان" اور "مہر فتا" ہی ہوں رضی اللہ لکھنا ضروری اور جائز سمجھتے ہیں۔ اور اگر آپ کا خیال ہے کہ صحابہ کے بعد ان الفاظ کا استعمال مطلقاً منع کر دیا گیا ہے تو پھر آپ کو چاہیئے کہ آپ اپنے اور اپنے بزرگوں کے نام کے ساتھ لعنۃ اللہ کا لقب لگا دیا کریں۔ کیونکہ آپ کے ہاں شاید یہی ایک ایسا لقب ہے جو اب استعمال کرنا جائز ہے۔

قادیان میں زلزلہ کیوں آیا؟

اخبار الحکم میں ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ قادیان میں زلزلے کے دو جھٹکے محسوس ہوئے۔ اخبار تنظیم روپڑ نے اس خبر کو اخبار و حوادث کے صفحہ میں چوکٹا لگا کر شائع کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

" زلزلہ بہار کے وقت قادیانی اخبارات کہتے تھے کہ زلزلہ مکذبین کی تنبیہہ کے لئے آیا ہے"

(نیچے الحکم کی خبر دے کر لکھتا ہے) " یہ کیوں؟"

اس کا جواب یہ ہے :۔ دشمنان احمدیت کی سازشیں اور فتنہ پردازیاں تو چاہتی ہیں کہ ان کو ہلاک کر دیا جائے مگر لولا الاکرام لھلک المقام کا وعدہ ان کو بچائے جارہا ہے۔ اسلئے زلزلہ کا خفیف سا جھٹکہ اس پیشگوئی کی تصدیق کرکے گذر گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

"زمیندار" کی بوکھلاہٹ

۱۲ر فروری کے اخبار "زمیندار" نے صفحہ ۴ پر راولپنڈی کے فضل کریم اور عبد العزیز کے متعلق جو خبر ہماری جماعت کی طرف منسوب کر کے اور "مرزا بشیر الدین محمود کے مرید کی حق گوئی" کے عنوان سے چوکٹے میں اہم طریقہ پر شائع کی ہے۔ اس سے جہاں اس کی بوکھلاہٹ اور سراسیمگی کا پتہ لگتا ہے وہاں اس کے جھوٹے اور بے سر و پا پروپگنڈے جو آئے دن ہماری جماعت کے متعلق کرتا رہتا ہے کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

اخویم بابو محمد سعید صاحب ارشد راولپنڈی سے تحریر فرماتے ہیں :۔

" فضل کریم اور اس کے بیٹے عبد العزیز کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ وہ اپنے آپ کو لاہوری جماعت کی طرف منسوب کرتا تھا"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

یہ وہ صاحب ہیں جو ہمارے سید و مولیٰ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات بابرکات پر گندے اور ناپاک الزام لگانے میں بہت ہی بیباک اور اخبار مباہلہ کی اشاعت اپنے لئے موجب نجات اور باعث فخر سمجھتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے انی مھین من اراد اھانتک کے

ماتحت اس بدبخت کو اسی گندگی اور ناپاکی کے گناہ میں پکڑا۔ اور خبط الحواسی کا سرٹیفکیٹ اور پاگل خانہ کی سند دے دی۔ ع

"دیکھے اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو"

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیعت لینا خلاف اسلام ہے

ایڈیٹر صاحب اہل سنت والجماعت نے مولوی عطاء اللہ شاہ سے ایک عجیب سوال کیا ہے جس سے ان کے بیعت لینے کی حقیقت طشت از بام ہوتی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے ہم ایڈیٹر صاحب اہل سنت کا استفسار ذیل میں درج کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

حضرات آپ کو معلوم ہوگا کہ جب سے حکومت انگریزی نے گورداسپور میں مولوی عطاء اللہ صاحب کے برخلاف مقدمہ دائر کر رکھا ہے۔ ان کے ہاتھ پر لوگ دھڑا دھڑ بیعت کر رہے ہیں۔ ہمکو بھی ہمارے بعض دوستوں نے کئی دفعہ کہا کہ مولوی عطاء اللہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہیئے ہم نے ان سے کہا کہ یہ بیعت کس قسم کی ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے۔ ہم نے مانا کہ قادیانیوں کی تردید مذہباً ہر شخص کلمہ گو مسلمان کا فرض ہے کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رأی منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطیع فبلسانہ الخ جس کو علمائے اسلام نے بڑی متانت سے پورا کیا اور کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بیعت جو مولوی عطاء اللہ شاہ کے ہاتھ پر بڑے زور شور سے ہو رہی ہے کس قسم کی بیعت ہے۔ صوفیوں اور علمائے اسلام کے نزدیک بیعت کی چار اقسام ہیں۔ بیعت اسلام بیعت خلافت۔ بیعت جہاد۔ بیعت توبہ۔ اس چوتھی بیعت کو اصطلاح صوفیوں میں بیعت پیری مریدی کہتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ بیعت جو آجکل ہو رہی ہے بیعت اسلام نہیں ہے اور نہ ہی بیعت خلافت ہے۔ اور نہ ہی بیعت جہاد ہے۔ باقی رہی بیعت توبہ جو مشائخ اور سجادہ نشین حضرات کرتے ہیں تو اس کا اعتراف خود مولوی عطاء اللہ صاحب کو نہیں۔ لہٰذا قابل استفسار یہ امر ہے کہ یہ بیعت جو شاہ صاحب کے ہاتھ پر دیکھا دیکھی ہو رہی ہے کس قسم کی ہے اور اس کا اثر اور نتیجہ کیا ہے۔ اور قرآن و سنت و اقوال صحابہ کرام و اہل بیت عظام و فتاویٰ آئمہ مجتہدین سے اسکا کیا ثبوت ہے مفصل جواب اخبارات میں شائع فرما کر مشکور فرمائیں (راقم حکیم ابو تراب عبد الحق اڈیٹر)

مولوی ظفر علیخان کا اخبار میں تصاویر شائع کرنا خلاف سنت ہے

(از قلم مولوی عبد الحق صاحب ایڈیٹر اہلسنت والجماعت)

گذشتہ کئی پرچوں میں برابر دیکھا جا رہا ہے آپکے اخبار زمیندار میں مردوں اور عورتوں کی تصاویر چھپ رہی ہیں۔ بلکہ مولوی عطاء اللہ صاحب بخاری امرتسری اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی مدعی نبوت و رسالت و مسیحیت کی تصاویر بھی شائع کی ہیں۔ جو ذی روح کی تصاویر ہیں اور جن کا شائع کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ کیونکہ جاندار کی تصویر ہاتھ سے بنائی یا عکسی بموجب حدیث میں منع ہے قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جو اپنی اخبار یا کتاب میں تصویر جاندار کی بناتے یا چھاپتے ہیں۔ بجناب باری عز اسمہٗ کی طرف سے کہا جائیگا کہ ان تصاویر میں

جان ڈالو۔ ورنہ تم کو عذاب ہوگا۔ چنانچہ وہ ڈال نہ سکیں گے اور ان کو عذاب ہوتا رہے گا نعوذ باللہ من ذالک۔

پس آپکے اخبار میں جو نہ صرف مردوں کی تصاویر شائع ہوتی ہیں بلکہ بے غل و غش عورتوں کی تصاویر بھی شائع ہوتی ہیں۔ کیا آپکے پاس اس کے جواب کی کوئی دلیل ہے جو قرآن و سنت و آثار صحابہ و اقوال ائمہ مجتہدین سے ہو اگر ہے تو اس سے ناظرین اخبار محروم نہ رہیں۔ اگر واقعی ادلہ اربعہ میں سے آپکے پاس کوئی حکم اور قوی دلیل ہے تو علمائے اسلام و مشائخ عظام اور کافہ مسلمین نے امیر امان اللہ خان سابق بادشاہ کابل کی بیوی ثریا کی تصویر شائع ہونے پر کیوں اعتراض کیا تھا۔ اور آپنے بھی اس فعل کو برا کیوں سمجھا تھا۔ کیا اسوقت برا تھا اور اب جائز ہے اور کیا احادیث نبوی (جنمیں جاندار کی تصویر عکسی یا کھچوانی ممنوع ہے) منسوخ ہو گئی ہیں۔ اگر منسوخ نہیں ہوئیں تو آپنے کیوں زمیندار میں ترکی خاتون اور دوسرے مردوں کی تصاویر شائع کی ہیں؟ بہرحال آپکا یہ طریقہ ہماری تحقیق میں اور علماء اہل سنت والجماعت و اہل حدیث کی نظر میں ناجائز ہے۔ آپ کو اس سے توبہ کرنی چاہیئے (آپ کا اور سب کا خیر اندیش حاجی مبلغ مفتی مناظر حکیم مولوی ابو تراب عبد الحق ایڈیٹر و مالک اخبار اہل سنت و جماعت)

(منقول از اہلسنت والجماعت ۸/۱ فروری ۱۹۳۵ء)

احمدیہ جماعت اور اُس کے دشمن

ایڈیٹر اخبار رشی کی نظر میں

یوں تو احمدی اور احراریوں کے درمیان اختلافات دیر سے چلے آتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ سے اختلافات ایک خطرناک کشیدگی کی صورت اختیار کر رہے ہیں۔ اور نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا انجام کیا ہو۔ ہم ان دونوں فرقوں کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن واقعات کی بنا پر اس بات کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ اور اس کے قابل تعظیم پیشوا کو بدنام کرنے اور اپنے نقطۂ نگاہ کو صحیح ثابت کرنے کی غرض سے مخالفین نہایت اشتعال انگیز تحریر و تقریر سے کام لے رہے ہیں

مذہبی مسائل پر اختلاف ہوتے آئے ہیں اور ہوتے رہینگے۔ انھیں دور کرنے کے لئے گالی گلوچ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور نہ ایسی زبان کے استعمال سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ ہاں نقصان کی توقع ضرور کی جاسکتی ہے تو اس کے بجاؤ کی صورت دیکھنی چاہیئے

ہم غیر احمدی بھائیوں سے مخلصانہ عرض کرتے ہیں کہ بجائے جوش میں آنے کے وہ صلح و آشتی سے اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کریں —

اور اگر سمجھتے ہیں کہ ایسی ہی صفائی ناممکن ہے۔ تو بھی درشت کلامی سے پرہیز کریں کیونکہ درشت کلامی کسی صورت میں بھی سود مند ثابت نہیں ہوسکتی۔

گورنمنٹ کو بھی لازم ہے کہ اس بڑھتی ہوئی منافرت کا مناسب انتظام کرے۔

(رشی امرتسر ۱۶ فروری ۳۵ء)

میں کیونکر احمدی ہوا؟

حضرت مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کے حالات

(ہمارے نامہ نگار خصوصی کے قلم سے)

(۲)

قادیان سے مرالیوالہ میں واپسی اور مخالفت

مولوی صاحب قادیان سے واپس مرالیوالہ پہنچے۔ تو آپنے ظہر عصر اور مغرب کی نماز پڑھائی۔ اور مغرب کی نماز کے بعد لوگوں سے کہا۔ کہ میری ایک بات سُن کر جانا۔ نماز سے فارغ ہوکر آپنے کہا کہ جس طرح آگے میں نمازیں پڑھایا کرتا تھا آج بھی میں نے اسی طرح ہی پڑھائی ہیں یا ان میں کچھ کمی بیشی کی ہے؟ لوگوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا۔ نہیں اسی طرح پڑھائی ہیں۔

مولوی صاحب نے کہا یہ بات جو لوگ بیان کرتے ہیں بالکل خلاف واقعہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی نے کوئی علیحدہ اپنا کلمہ بنایا ہے۔ یا علیحدہ اپنی نمازیں پڑھاتے ہیں۔ مینے خود وہاں جاکر دیکھا ہے کہ وہی کلمہ ہے وہی نمازیں ہیں اور وہی شریعت اسلامیہ جسپر وہ چلاتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ قادیان گئے ہوئے تھے؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہاں میں وہیں گیا ہوا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو آیا ہوں۔ اور میں آپ کو آپکے تمام دعاوی میں سچا اور مامور من اللہ مانتا ہوں۔

ابھی مولوی صاحب اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ تمام مقتدی جن میں بعض سب انسپکٹر پنشنر بھی تھے مخالف ہوگئے۔ اور کہنے لگے کہ اب آپ ہمارے امام نہیں ہیں اس مصلے پر سے اُتر جائیں۔ چنانچہ مولوی صاحب مصلے سے پیچھے اوتر کر بیٹھ گئے اور کہا کہ میں نے پہلے ہی یہ مقام ترک کر دیا ہوا ہے کہ نہ میں آپ کا امام اور نہ آپ میرے مقتدی۔ جب آپ مسیح موعود علیہ السلام کے منکر ہیں۔ تو میں منکرین کا امام نہیں بننا چاہتا۔

اس سے لوگوں میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولویوں نے آپ سے قطع تعلق کا اعلان کر دیا۔ پس قصبہ مرالیوالہ میں نہ کوئی آپ سے کلام کرتا اور نہ کوئی اپنے پاس بیٹھنے دیتا۔ اور نہ خود پاس بیٹھتا۔ وہ لوگ جو آپ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اب وہ آپ کے سلام کا جواب تک نہیں دیا کرتے تھے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو اکساتے کہ جتنی بھی اس کو تکلیف دیجائے کار ثواب ہے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ادھر لوگوں نے مجھ سے قطع تعلق کیا اُدھر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے پیار و محبت کے...... نظارے اسقدر کثرت سے دکھائے گئے۔ چنانچہ اُن میں سے ایک دو کا ذکر حضرت مولانا نے ہمارے نامہ نگار سے یوں فرمایا

ایک دن مغرب کیوقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اور آنسو جاری تھے کہ لوگ بجائے صداقت کے متلاشی ہونے اور سمجھنے کے عداوت کر رہے ہیں اسطرح کے خیالات آآکر میری اضطراری کیفیت ہوگئی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت

جب میں رکوع میں گیا اور میں نے پہلی دفعہ سبحان ربی العظیم کہا تو معاً میرے سامنے سے پردہ ہٹ گیا اور حضرت حسن بصری رحؒ میرے سامنے آموجود ہوئے اور فرمانے لگے لقد ھممت جس کا مطلب مجھے سمجھایا گیا کہ جب میں نے بھی حق کو قبول کیا تھا۔ تو میں بھی ستایا گیا اور میں نے خوب عزم اور استقلال سے کام لیا۔ ایسا ہی آپ بھی عزم اور استقلال سے کام لیں اور گھبرائیں نہیں۔ پھر معاً یہ نقشہ بدل کر میرے سامنے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور فرمانے لگیں

بیٹا! گھبرانا نہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت

دوسرا واقعہ دو تین دن کے بعد یوں ہوا کہ میں تہجد کی نماز پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک اندھیرے سے اُجالا ہوا۔ اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اُتر کر میرے پاس دوزانو آبیٹھے۔ اور آپ سے فرمانے لگے لوگ کیسے بے سمجھ ہیں یہ نہیں جانتے کہ اگر میں زندہ بجسد عنصری ہوتا۔ تو یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ میں اکٹھا نہ رہتا

غرض اسطرح کے نظاروں کا ایک ایسا سلسلہ جاری ہوگیا کہ دن بدن آپ کے ایمان میں ترقی ہوتی گئی۔ اور ایمان سے عرفان کی طرف آپ کا قدم بڑھنے لگا۔

بیعت سے قبل ان حالات سے آپ بالکل ناآشنا تھے آپکے ایمان میں بہت بڑی ترقی ہوئی۔ اور آپنے پختہ ارادہ کرلیا کہ خواہ اس سے کئی گنا زیادہ لوگ تکلیف پہنچائیں میں پرواہ نہیں کروں گا۔

آپ ان دنوں گوجرانوالہ میں جو کہ پانچ کوس پر واقع ہے نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک دن نماز

ایک عجیب واقعہ

جمعہ ادا کرنے کے بعد جب واپس جانے لگے تو حضرت حکیم محمد الدین صاحب مرحوم سندھاوالیہ نے قاضی محبوب عالم کا ایک واقعہ سنایا کہ میرے چچا نے لاہور میں سم الفار کھالیا۔ اور ان کو قے آنی شروع ہوئیں تو جو کوئی بھی دوائی ان کو پلائی جاتی وہ قے کر دیتے اُن کے ہاتھ پاؤں سکڑنے لگے۔ اور ہم سب ان کی زندگی سے مایوس ہوگئے۔ تو ایک ڈاکٹر نے کہا کہ ان کے لئے صرف ایک دوائی ہے۔ اگر وہ دوائی ٹھیر گئی تو بچ رہیں گے۔ اور وہ یہ ہے کہ آدھ پاؤ دودھ میں مرغی کے انڈے کی سفیدی ملاکر پندرہ پندرہ منٹ بعد ان کو پلاتے رہو۔ اسطرح سے دو سیر پختہ دودھ ان کو پلاؤ۔ چنانچہ دو سیر دودھ ان کو پلایا گیا اور وہ بچ گئے

مولانا کی بیوی کو زہر دیدیا گیا

خدا کی حکمت کہ مولانا جب مرالیوالہ میں واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کی بیوی کو زہر دیا گیا ہے۔ اور وہ قے کر رہی تھی اور ہاتھ پاؤں سکڑ رہے تھے۔ مولوی صاحب کی سالی اور ان کی والدہ مرحومہ سب رو رہی تھیں کہ اب یہ صرف چند گھنٹے کی مہمان ہے۔ مولانا جب وہاں پہنچے تو اس واقعہ کی اطلاع دیگئی۔ آپنے اسوقت اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر کیا اور بڑی تسلی اور اطمینان سے اپنے ماموں کو کہا کہ گو تم ہمارے سخت مخالف ہو۔ لیکن یہ تمہاری بیٹی مرنے کو ہے ہمیں کوئی انڈے یا دودھ نہیں دیگا اسلئے آپ یہ دونوں چیزیں لادیں انشاء اللہ یہ بچ جائیگی اور آپ اس کو ہمارے مسیح موعود علیہ السلام کا معجزہ سمجھیں کیونکہ بیماری کا علم ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج بتا دیا۔ چنانچہ وہ گئے اور دو تین سیر دودھ اور پندرہ بیس انڈے لے آئے۔ شام سے صبح تک آپنے دودھ انڈے کی سفیدی پلادی۔ جس سے وہ بچ گئی۔ اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ آپکے ماموں کے گھر کے آدمیوں نے آپ کی مخالفت چھوڑ دی۔ لیکن پھر بھی لوگوں کے کہنے سننے سے آپ کے ساتھ پورا سلوک نہ کرتے تھے۔

دارالامان کا ہفتہ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت اس ہفتہ عام طور پر اچھی رہی

قادیان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے دن بدن مساجد کی تعداد میں ترقی ہو رہی ہے۔ چنانچہ ۱۸ر فروری کی صبح کو حضور نے نئی احمدیہ مسجد کی سنگ بنیاد رکھی۔ یہ مسجد محلہ دارالبرکات کے احمدیوں کی جواں ہمتی کا نتیجہ ہے۔ حضور نے چھ اینٹیں اپنے دست مبارک سے رکھیں اور دعا فرمائی۔ مسجد دارالبرکات کا سردست ایک کمرہ بنایا جائیگا جو ۵۰ فٹ لمبا اور تیرہ فٹ چوڑا ہوگا۔

حضور نے جب دارالبرکات کی مسجد کی بنیادی اینٹ رکھی تو ایک غریب مخلص احمدی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور میں بھی ایک چھوٹا سا مکان بنانے لگا ہوں اس کی اینٹ بھی حضور رکھدیں حضور نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرما کر اس کے مکان کی اینٹیں رکھ کر لمبی دعا فرمائی ان کا نام میاں رحمت اللہ ہے۔ اللہ مبارک کرے۔

حکیم فضل الرحمان صاحب مبلغ افریقہ کے مکان کا بھی حضور نے اسی دن سنگ بنیاد رکھا پانچ اینٹیں رکھ کر دعا فرمائی حکیم صاحب افریقہ میں تبلیغی فرائض انجام دے رہے ہیں حضرت اقدس نے اپنے مجاہد کی پوری پوری عزت افزائی اس کی [illegible] تشریف لیجا کر فرمائی۔ ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس گھر کو اپنی برکتوں سے بھر دے۔

۱۷ر فروری - رات کو قادیان آنیوالی گاڑی کے نیچے ڈی۔اے وی سکول کے پاس ایک باوردی سپاہی آکر کٹ گیا۔ جو تھانہ سری گوبند پور کا سپاہی اور سجان پور کا رہنے والا تھا اور غالباً محمد حنیف نام تھا۔

(امرتسر سیم پریس قادیان میں باہتمام [illegible] شائع ہوا)

وصایا

نمبر ۴۲۷۰ منکہ جنت النساء بیگم بنت منشی فضل الدین سکرٹری تبلیغ قوم شیخ عمر ۱۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ننگہ ڈاک خانہ خاص تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ ۲۵-۱۲-۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری جائداد مبلغ یکصد روپیہ صرف نقد ہے۔ اور اس کے علاوہ موجودہ وقت میں میری کوئی اور جائداد نہیں۔ لہذا میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان جنت نشان کرتی ہوں۔ نیز اقرار کرتی ہوں کہ بوقت وفات اگر اسکے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی

(نوٹ) ابھی تک میری شادی نہیں ہوئی۔ لہذا شادی ہونے کے بعد مہر وغیرہ کا بھی ۱/۱۰ حصہ انشاء اللہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان کر دیا جائیگا۔

العبد جنت النساء بیگم بقلم خود ۲۵-۱۲-۳۴

گواہ شد فضل الدین احمدی بنگوی سکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ ننگہ نزیل قادیان دار الامان ۲۵-۱۲-۳۴

گواہ شد محمد الدین سکرٹری مال انجمن احمدیہ ننگہ ضلع جالندھر ۲۵-۱۲-۳۴

نمبر ۴۲۷۳ منکہ سماۃ مجیدہ بیگم زوجہ میاں شیر محمد قوم ملک عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قصبہ بلاچور ڈاک خانہ خاص تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۹-۱۲-۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :۔

میرے مرنے پر میری کل جائداد جو ثابت ہو اُس کا ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ کل جائیداد بصورت زیورات وغیرہ و مہر مبلغ -/۲۰۰ روپیہ ہے۔

نقط العبد :۔ موصیہ مجیدہ بیگم نشان انگوٹھہ

گواہ شد میاں شیر محمد احمدی دکاندار قصبہ بلاچور خاوند موصیہ مذکورہ نشان انگوٹھا۔

گواہ شد میاں وزیر محمد احمدی سکنہ بلاچور بقلم خود

نمبر ۴۲۷۴ منکہ سماۃ زینب بیگم زوجہ میاں حسن احمد صاحب قوم چغتائی عمر قریباً ۴۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۹-۱۲-۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں اسوقت میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ قریباً ۴ تولہ سونا بصورت زیورات جو میرے استعمال میں ہے مکان والد مرحوم کا شرعی حصہ مکان ہذا الی الحال مشترکہ ہے یعنی پانچ بھائی اور والدہ کے ساتھ میرے حصہ کی قیمت اندازاً -/۹۰ روپیہ ہے۔ یہ مکان احاطہ میاں چراغ الدین صاحب مرحوم بیرون دہلی دروازہ لاہور میں واقع ہے۔ میرا حق مہر ایک ہزار روپیہ تھا۔ جو زیورات کی صورت میں میرے خاوند کی طرف سے ادا ہو چکا ہے۔ میری اسوقت اور کوئی جائداد نہیں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی اور رقم اس جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ نیز یہ بھی وصیت کرتی ہوں کہ خاوند کی ملازمت پر اپنے اخراجات میں سے ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی فقط

العبد زینب بیگم بنت میاں نظام الدین مرحوم اہلیہ میاں حسن احمد بی ایس سی لاہور

گواہ شد :۔ عبد الکریم لاہور دستخط انگریزی

گواہ شد :۔ حسن احمد خاوند موصیہ دستخط انگریزی

۴۲۷۶ منکہ سماۃ فاطمہ بی بی بنت مولوی محمد موسیٰ صاحب مرحوم زوجہ منشی محمد شریف کا گورنمنٹ پنشنر قوم پٹھان عمر قریباً ۶۱ سال تاریخ بیعت سال ۱۹۰۲ء ساکن موضع باٹھ ڈاکخانہ اجنیانوالہ تحصیل خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳۰-۱۲-۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :۔ میری کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ اسوقت موجود نہیں ہے۔ میں نے حق مہر مبلغ دو صد روپیہ اپنے خاوند سے لینا ہے جس کا باقاعدہ تمسک موجود ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان اس کے علاوہ مجھے پانچ روپے ماہوار بطور جیب خرچ کے اپنے اپنے لڑکے کی طرف سے ملتے ہیں۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ تا حین حیات اپنی ماہوار آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ باقاعدہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتی رہوں گی۔ اور اگر میری وفات کیوقت کوئی جائداد یا ترکہ ثابت ہو تو اسکا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ادا کئے جانے کی وصیت کرتی ہوں۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم ادا کر سکوں تو وہ میرے حصہ جائداد یا ترکہ میں محسوب کی جاویگی المرقوم ۳۰ دسمبر ۱۹۳۴ء

العبد فاطمہ بی بی موصیہ نشان انگوٹھہ معرفت ملک حسن خان سکنہ ماسٹر رسول پور رچناں موضع شیخوپورہ وسیر کلاں خورد

گواہ شد قاضی محمد رشید کلرک راولپنڈی حال وارد قادیان ۳۰-۱۲-۳۴

گواہ شد :۔ محمد عبد اللہ بوتالوی ہیڈ منشی محکمہ نہر سرگودہ حال وارد قادیان

۴۲۷۸ منکہ سماۃ محمدی بی بی زوجہ ماسٹر عبد الرحمان صاحب ساکن پرسیاں ڈاکخانہ دیال گڑھ براستہ دھاریوال تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۱-۱۲-۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :۔ میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد وغیرہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے :۔ مہر مبلغ -/۱۵۰۰ روپیہ جو ابھی تک بذمہ میرے خاوند ہے۔ ایک جوڑہ زیور دیلاں طلائی وزنی پونے دو تولہ قیمتی مبلغ -/۴۵ روپیہ ہے اس کے علاوہ میری کوئی جائداد نہیں ہے۔ بقلم خود برکت علی تحریر کنندہ تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور

العبد محمدی بی بی زوجہ ماسٹر عبد الرحمن سکنہ پرسیاں ضلع گورداسپور ڈاکخانہ دیال گڑھ حال چک نمبر ۲۳۲ ج ب ڈاک خانہ خاص براستہ بگا رنا ضلع لائلپور

گواہ شد عبد الرحمن بقلم خود خاوند موصیہ چک ۲۳۲ دھنی پور ۲۱-۱۲-۳۴

گواہ شد غلام رسول تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور حال بقلم خود چک نمبر ۲۸۲ گ۔ ب ڈاکخانہ خاص براستہ بانڈھیانوالہ ضلع لائلپور

۴۲۷۹ ۔ منکہ سماۃ برکتے بی بی بنت چوھڑ زوجہ مستری بڈھا قوم ترکھان پیشہ نجاری عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۱ء ساکن قادر آباد ڈاک خانہ قادیان ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۱-۱-۳۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :۔

اسوقت میری جائداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر ۳۲ روپیہ زیور وغیرہ -/۱۱۸ روپیہ کل رقم ماضی ۱۵۰ روپیہ ہوتی ہے جس کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی کہ اگر میرے مرنے کے وقت میری کوئی اور جائداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

یہ وصیت کردہ رقم مبلغ ۱۵ روپیہ داخل کرکے رسید حاصل کرلوں گی۔

العبد برکتے بی بی بیوہ مستری بڈھا مذکورہ نشان انگوٹھا

گواہ شد :۔ چراغ الدین ولد فضل الدین سکنہ قادر آباد نشان انگوٹھا

گواہ شد :۔ فضل دین پسر موصیہ سکنہ ایضاً بقلم خود

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)